ماھنامہ

حکمت بالغہ

اکتوبر 2008

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

سورۃ الحشر کے شروع میں یہود کے قبیلہ بنونضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے (یہود کا یہ قبیلہ مدینہ کے قریب رہتا تھا اس کے پاس بہت سا ساز وسامان قلعے اور کھجوروں کے باغ تھے ان چیزوں پر اس کو بڑا گھمنڈ تھا اور حضور ﷺ سے جو معاہدہ ہوا تھا اس کے خلاف مشرکین کی مدد کرتا تھا اس کی اس عہد شکنی کے سبب ان کا محاصرہ کیا گیا اور بالآخر صلح میں یہ قرار پایا کہ وہ وطن چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں چنانچہ ان کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور صلح میں یہ بات بھی طے ہوئی کہ جو سامان وہ اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ لے جائیں) اور اس کے بعد کی آیات میں ''مال فئے'' کے متعلق چند احکام کا بیان ہے اور سورۃ الحشر کے آخری رکوع میں بڑے دلنشین انداز میں فرمایا (وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنسٰهُمْ اَنفُسَهُمْ) مسلمانو! ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو اپنے آپ سے غافل کر دیا' وہ اپنی عظمت کو بھول گئے' اپنے اصل مقام اور منصب کو بھول گئے ۔قرآن مجید کی عظمت کے ضمن میں فرمایا لَوْ اَنزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ''اگر ہم نے قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ اللہ کی خشیت سے دب گیا ہوتا اور پھٹ جاتا اور لرز اٹھتا''۔سورۃ حشر کے آخر میں ایک انتہائی حسین وجمیل گلدستہ ہے اور وہ اللہ تعالی کے اسمائے حُسنیٰ ہیں کہ اتنی کثیر تعداد میں کسی دوسری جگہ جمع نہیں ہوئے۔

حضرت عمرؓ اور تصوف

ڈاکٹر غلام محمد نقشبندی (مرحوم)

حضرت عمر اور تصوف؟ بظاہر عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے ذہن کے پردہ پر یہ تصویر اصل سے کچھ مختلف نظر آتی ہے مگر سچ مانئے قصور عکس وشبیہ کا نہیں، بلکہ پردہ ذہنی کا ہے ذہن کا جھول دور ہو اور فکر کی سلوٹیں نکل جائیں تو آپ ہی آپ انکار اقرار میں بدل جائے گا، اس لئے پہلے ضرورت اصلاح فکر کی ہے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ راشد تھے اور ان کی حکومت خلافت راشدہ تھی منہاج نبوت کے عین مطابق تھی۔ مگر جو لوگ یہ سب کچھ مانتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ ''خلیفہ راشد'' کون ہوتا ہے ''خلافت راشدہ'' کیا ہوتی ہے۔ اور رہا ''تصوف واحسان'' اس کا صحیح منشاء ومفہوم تو خود عام مدعیان تصوف کو بھی کم ہی معلوم ہے تو اوروں کا کیا ذکر، اس لئے پہلے ان تین اصطلاحوں کا حقیقی مفہوم پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ظاہر بین نگاہ حقیقت کو پا سکے۔

1۔ خلافت راشدہ دراصل نبوت محمدی کا تتمہ ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے۔

ایام خلافت بحقیقت ایام نبوت بود لیکن وحی از آسمان فرو نمی آمد (1)

''زمانہ خلافت زمانہ نبوت ہی تھا مگر (فرق صرف یہ تھا کہ اب) آسمان سے وحی نہ آتی تھی''۔

2۔ خلیفہ راشد مراتب ولایت کے اوج وانتہا پر ہوتا ہے۔شاہ صاحب ہی کی مستند زبان میں خلیفہ راشد وہ ہے کہ:

جوہرِ نفسِ اوشبیہ جوہرِ نفسِ انبیاء آفریدہ باشدودر قوت عاقلۂ اونمونۂ وحی ودیعت نہادہ باشد وآں محدثیت است، ودر قوت عاملہ اونمونہ از عصمت گذاشتہ وآں صدیقیت است وفرار شیطان از ظلِ او، الاّ آنکہ استعداد نفس او خواب آلوداست تا پیغمبر ایقاظ آں نکند بیدار نہ شود(2)۔

''جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے مشابہ پیدا کیا گیا ہو اور اس کی عقلی قوت میں وحی کی مشابہت رکھی گئی ہو جو محدثیت (3) کہلاتی ہے اور اسکی عملی قوت میں عصمت (انبیاء) کی مشابہت ہو جو صدیقیت کہلاتی ہے اور شیطان اس کے سایہ سے بھاگے البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے نفس میں یہ صلاحیت اس وقت تک سوئی رہتی ہے جب تک پیغمبر اس کو جگا کر بیدار نہ کردے''۔

3۔ خلیفہ راشد اپنے دور میں امت کا افضل ترین فرد ہوتا ہے شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے الفاظ ہیں

ازلوازم خلافت خاصہ آن است کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً (4)

''خلافت راشدہ کے لوازم سے ایک یہ ہے کہ خلیفہ اپنے وقت میں تمام امت سے افضل ہو عقلی اور نقلی دونوں دلائل سے''۔

4۔ قرن اول میں علوم تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرح ''تصوف'' (یا نبوی اصطلاح میں احسان) کی اصطلاحات اور اس فن کی تدوین بلاشبہ نہیں ملتی مگر اس کے صحیح مصداقات سب وہاں موجود ہیں۔اس لئے دور صحابہ میں لفظ واصطلاح کو نہ پا کر ان کی اصل وحقیقت کا انکار نادانی ہے۔

5۔ فیضان نبوی کے اثرات سے صحابہ کا سلوک نہایت مخفی اور بہت مختصر تھا اس لئے سلوک کی تفصیلات وہاں نظر نہیں آتیں مگر حاصل سلوک صاف طور پر وہاں دیکھا اور پایا جا سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں

'اوشاں ایں نعمت عظمی ونسبت عزیز الوجود در قدم اول بہ ظہوری آید (5)

''ان حضرات (صحابہ رضی اللہ عنہم) پر یہ نعمت عظمی اور نسبت نادرہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے''۔

6۔ طریق تصوف کا حاصل اور منتہا سیدی وسید العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کا زبان اعجاز میں بیان یہ ہے۔

''ہر عمل میں طلب رضا کا شعور پیدا ہونا یہی اس طریق کا حاصل ہے اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہو جاتا ہے تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو ''نسبت'' کہتے ہیں۔ اور قرآن پاک کی زبان میں اس کی تعبیر یُحِبُّهُم و یُحِبُّو نَهُ اور رَضِیَ للّٰهُ عَنهُم وَرَضُوا عَنهُ کے لفظوں میں کی گئی ہے۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفسُ المُطمَئِنَّةُ ارجِعِی اِلٰی رَبِّكَ رَاضِیَةً مَّرضِیَّةً انہی کے لئے نوید بشارت ہے'' (6)

پہلے تین توضیحی مقدمات سے یہ بات ذہن میں جم جانی چاہئے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جتنے کمالات ظاہر و باطن ہیں ان کی اصل ان کے ''جوہر نفس'' کا کمال ان کی ''قوت عاقلہ، عاملہ'' کی مخصوص کسبی نہیں بلکہ وہبی استعداد ہے اور ان کی فتوحات اور ملکی نظم ونسق کے کارنامے، عام حکمرانوں اور ملک گیروں سے اپنی اصل وحقیقت میں بالکل الگ غیر معمولی روحانی قوت اور ربانی تائیدات کا کرشمہ تھے۔ مگر اہل ظاہر کی نگاہ اس باریکی تک نہ پہنچ سکی اور انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم، مصلح اعظم، ماہر نظم ونسق تسلیم کر کے گویا اعتراف عظمت کا حق ادا کر دیا حالانکہ اس سے خلافت راشدہ کی تقدیس اور خلیفہ راشد کے مرتبہ روحانی اور عظمت ایمانی کا کچھ بھی حق ادا نہ ہوا بلکہ تعریف میں تنقیص کا پہلو پیدا ہو گیا

ع ایں نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

جب تک نگاہ ایمانی میسر نہ ہو ظاہر کی یکسانیت خود مسلمان کے لئے بھی وجہ حجاب ہی بنی رہتی ہے۔

؎ آب تلخ وآب شیریں ہم عنان درمیاں شاں برزخٌ لا یبغیان (رومی)

بہر کیف ان تین مقدمات کو سمجھنے کے بعد بقیہ چار توضیحی مقدمات کی روشنی میں تصوف وسلوک سے متعلق جو غلطیاں یا غلط فہمیاں ذہن میں تھیں وہ بھی دور ہو چکی ہوں گی اور یہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ رہ ہو گیا ہوگا کہ حاصل تصوف یعنی ''مقام رضا'' میں تمکن تو دراصل حضرت عمرؓ اور انکے رفقائے مقدس ہی کا حصہ تھا اور وہی اس رتبہ عالی کی الٰہی سند بھی رکھتے تھے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ورنہ اوروں کے حق میں تو یہ بات ظن غالب سے زائد درجہ کی نہیں اسی روشنی فکر ونظر کو لئے ہوئے اب سیرت عمرؓ کے خاص خاص باطنی پہلوؤں پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ فاروق اعظم ،صوفی اعظم اور محسن اعظم (7) تھے ان کے جوہر نفس میں انبیاء کے جوہر نفس سے مشابہت تھی وہ محدث تھے ،یعنی مہمات امور کی فہم میں وہ عام قوت فکریہ کے محتاج نہ تھے بلکہ اعلی ترین الہامات ربانیہ سے انکی دستگیری اور رہنمائی ہوتی رہتی تھی اور ان کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا۔ یہ سب ان کے معنوی کمالات ہی تھے جو فن تصوف واحسان کے تحت آتے ہیں اور انہی کا اجمالی تعارف ہمارے موضوع کا منشاء ہے۔

حضرت عمرؓ کا جوہر نفس

ہر انسان کا ''شاکلہ'' یا اسکی طبعی استعداد ایک مانگی عطائے ربانی ہے حکمت الٰہیہ نے جس کو چاہا بنایا(یَخۡلُقُ مَا یَشَاءُ)اسی وہبی استعداد کے مطابق انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے(کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ)اعلی سے اعلی مربی بھی بس جوہر استعداد ہی کو چمکا سکتا ہے۔ نیست کو ہست کردینا کسی کے بس کی بات نہیں حضور اکرم ﷺ کے ارشاد خِیَارُکُمۡ فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمۡ فِی الۡاِسۡلَامِ (تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے اسلام میں بھی اچھے ہیں) میں اسی رمز کا اظہار ہے ۔اس حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ کی طبعی استعداد یا ان کے جوہر نفس کو دیکھئے تو آنکھیں چکاچوند ہو جائیں گی ۔اللہ اللہ کیا جوہر ہے اور کیسی استعداد کہ وحی ربانی کے چند کلمات کان میں پڑتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں ،رگ وپے میں بجلیاں بھر جاتی ہیں اور کائنات ہستی جاگ اٹھتی ہے یَکَادُ زَیۡتُھَا یُضِیۡءُ وَلَوۡلَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے)۔

پھر یہی نہیں بلکہ بارگاہ نبوت کی پہلی حاضری اور نگاہ نبوی کے پہلے ہی فیضان میں جوہر فاروقی کو وہ جلا ملی کہ وحی الٰہی سے کامل مناسبت اور خاص ربط دفعتاً پیدا ہوگیا ان کی زبان حق ترجمان بن گئی اور وہ اتنے بلند ہوگئے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے ان کے جوہر نفس کی تعریف یوں فرمائی لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (8) ''میرے بعد (بالفرض) اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے'' اس کے صاف معنی یہی تو ہوئے کہ ذات محمدی ﷺ پر نبوت کا ختم ہوجانا الگ بات ہے ورنہ وہ استعداد یا وہ شاکلہ اور جوہر نفس جو منصب نبوت کے لئے ضروری ہے وہ یہاں موجود تھا اسی شرف خاص کا اظہار شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے یوں فرمایا کہ ''جوہر نفس اور شبیہ جوہر نفس انبیاء آفریدہ باشد'' اہل ظاہر کا بڑا ظلم ہے کہ ان کمالات کو جو اس اعلیٰ ترین روحانی استعداد کا کرشمہ تھے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مخصوص عقل وفکر کا کرشمہ سمجھتے ہیں اور اپنی دانست میں ان کی تعریف کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔

ع　　　ایں نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

دستِ نبوی کی جلا بخشی

جوہر نفس کا اندازہ کچھ ہو چکا اب نگاہ کا رخ اس طرف کیجئے کہ یہ جوہر کس کے ہاتھوں سے ترش رہا ہے ہادیِ اعظم نبی خاتم ﷺ جن کی ایک اچٹتی نگاہ خذف کو نگین بنادے وہ عمر پر توجہ فرمائیں زبان مبارک پر دعا ہے دست پاک سے جلا بخشی ہورہی ہے اور قلب فیض گنجینہ سے نور معرفت عطا ہورہا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت سن شعور میں تھے اپنے والد ماجد کی بارگاہ رسالت پناہ میں اس پہلی حاضری کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ ضرب صدر عمر بن الخطاب بيده حين اسلم ثلاث مرات وهو يقول اللهم اخرج مافی صدره من غلٍ وبدله ايماناً يقول ذلك ثلاثاً (9)

''تحقیق کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب کے سینہ پر تین مرتبہ دست فیض پھیرا جب وہ اسلام لائے اور تین بار یہ دعا فرمائی کہ ''اللہ اس کے سینے میں جو کھوٹ ہو اسکو دور فرما اور اسکے بجائے ایمان بھردے''۔

جوہر بھی بے مثل اور جوہری بھی بے نظیر ،نتیجہ یہ کہ آناً فاناً جہل وظلم گیا،علم وعرفان آیا،غفلت مٹی،حضوری ملی اورذات حق سے وہ نسبت عالی اور ربط لازوال قائم ہوگیا جوصحابہ کے زمرہ عالی میں بھی اعلیٰ وارفع تسلیم کیا گیا۔شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے الفاظ میں استعدادنفس خواب آلودتھی ،پیغمبر کے جگانے سے جاگ اٹھی اورقوت عاقلہ میں جووحی سے مشابہت ودیعت تھی اور قوت عاملہ میں جوعصمت سے مشابہت رکھی گئی تھی ،وہ اب نمایاں ہوگئی۔

زبان وقلب عمرؓ

چنانچہ اب حضرت عمرؓ کی زبان مبارک اوران کا قلب اطہر اظہار حق کا معیار اور شناخت حق کی کسوٹی بن گئے تھے صحابہ کرامؓ کا ارشاد ہے کہ حضوراکرمﷺ کی موجودگی میں جب عمرفاروقؓ کچھ فرماتے یاان کی رائے کسی جانب ہوتی تو ''قرآن حضرت عمرؓ ہی کی رائے کے موافق نازل ہوتا'' خودمحمدعربی (فداہ روحی) کاارشادبھی اس ضمن میں یہ رہا۔

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ(10)

''اللہ تعالیٰ نے حق کوعمرکی زبان اورقلب پرموقوف فرمادیاہے''

محدثیت یاموافقات عمرؓ

علمائے ربانی نے ایسے پندرہ مواقع گنائے ہیں جن میں قرآن پاک نے بے غبار طورپرحضرت عمرؓ کی یاتورائے کی تائید کی ہے یاان کی حسب مرادآیت اترآئی ہے یالفظ بہ لفظ ان کا قول وحی الٰہی بن گیاہے جوان کی ''محدثیت'' کی کھلی دلیل ہے۔طوالت سے بچنے کے لئے یہاں ان تین قسم کی تائیدات یا''موافقات'' کی صرف ایک ایک مثال ملاحظہ ہو۔

1۔ رائے کی تائید۔بدری قیدیوں کے متعلق صدیق اکبرؓ فدیہ لیکرچھوڑ دینے کا مشورہ دے رہے تھے اورعمرفاروقؓ ان کے قتل پرمصر تھے،رحمت عالم کا رجحان صدیق اکبرؓ ہی کی طرف تھامگروحی الٰہی جوآئی توحضرت عمرؓ کی تائید لئے ہوئے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى ـــــ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(الانفال)

2۔ مراد کی تکمیل:۔آیت حجاب اترنے سے پہلے کاشانہ نبوت میں ہرکوئی آتا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کویہ بات اچھی نہ لگی حضورنبویﷺ میں عرض رساہوئے کہ یہ سلسلہ بندفرمادیاجائے

اوراز واج مطہرات بھی پردے کے بغیر باہر نہ نکلا کریں نبی اکرم ﷺ اس مشورہ پر حکم الٰہی کے منتظر ہوکر خاموش ہورہے۔ ایسے میں سورۃ احزاب کی آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسب مراد اتر آئی۔

وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْ هُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ

3۔ قول کی قبولیت:۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب سورۃ مومنون کی آیت ”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ“ نازل ہوئی تو ایک کیف عبدیت میں ڈوب کر زبان عمر سے بے ساختہ نکلا ”فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ“ اور فوراً ہی جبرائیل امین اس قول کی مقبولیت کا مژدہ لے کر نازل ہوئے ،حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اے عمر جو فقرہ تمہاری زبان سے نکلا، وہی خدا نے بھی نازل فرمایا“ اللہ اکبر کیا الہام ہے کہ وحی متلو کا شرف پایا گیا۔ یہ ہے ”وحی الٰہی سے مشابہت“ کی شان اور یہ ہے ”قوت عاقلہ“ کا وہ امتیاز جو خلفائے راشدین کا امتیاز تھا۔

معرفت الٰہیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست و فطانت کا اعتراف اپنے پرائے سب ہی کو ہے اسی طرح ان کی ”اولیات“، یعنی جن امور کی پہل کا سہرا ان کے سر ہے، خواہ وہ مسائل دین سے متعلق ہوں یا تدبیر مملکت سے متعلق، ان کی فہرست بھی ایک منفرد نوعیت کی چیز ہے سیرت فاروقی کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کا حق علامہ شبلی نعمانی نے خوب ادا کیا ہے اس لئے اسکی تفصیل تحصیل حاصل ہے یہاں صرف فاروق اعظم کی معرفت آگاہی یا ان کے ”علم باللہ“ اور اسکی غزلت خاص کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کو ذہن میں رکھئے اور پھر ان کے جچے تلے الفاظ کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمارہے ہیں۔

لمامات عمر انی لا حسب انه قدذهب بتسعة اعشار العلم قيل له :تقول هذا وفينا جملةمن الصحابة قال ليس اعنى العلم الذى تريدون وانما اعنى العلم بالله تعالى۔(11)

”جب عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے سمجھا کہ علم کا نو بٹے دسواں حصہ چلا گیا ،لوگوں نے کہا آپ یوں کہتے ہیں حالانکہ ہم میں تمام صحابہ موجود ہیں، فرمایا علم سے

جوتم مراد لیتے ہو وہ میری مراد نہیں بلکہ میری مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم‘‘

خشیت الٰہی

ہم نے آخری توضیحی مقدمہ میں بتایا ہے کہ تصوف اور احسان کا منتہا، مرضی عبد اور مرضی حق میں یگانگت کا پیدا ہو جانا ہے اور حضرات صحابہ کی توصیف قرآن پاک میں اسی سے کی ہے کہ رضی الله عنهم ورضوا عنه مگر خود اس رضائے صحابہ کو خشیت الٰہی کا ثمرہ قرار دیا گیا ہے ذلك لمن خشي ربه اب چونکہ حضرت عمرؓ صحابہ کرام کے زمرہ میں امتیازی شان کے مالک ہیں اس لئے ان کی سیرت میں صفت خشیت کا ظہور بھی خاص ہی ہونا چاہئے اور ہوا، ان کی ایک ایک اداء خشیت الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی مگر عام طور پر ارباب سیر نے اس پہلو کو پوری طرح نہ دیکھا نہ دکھایا اور ہمارے لئے بھی اس پورے دفتر کا کھولنا مشکل ہے البتہ ’’مشتے نمونہ است از خروارے‘‘ چند باتیں پیش ہیں ان سے حضرت عمرؓ کے خوف وخشیت الٰہی کا اندازہ ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یوں فرمایا کرتے تھے۔

لومات جدی بطرف الفرات(ای شاطئه)لخشیت ان
یحاسب الله به عمر (12)

’’اگر بکری کا بچہ فرات کے کنارے پر مر جائے تو میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ
اس کا محاسبہ عمر سے نہ کر بیٹھے‘‘۔

اسی طرح عبداللہ بن عامرؓ کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا۔

لیتنی لم اخلق لیت امی لم تلدنی لیتنی لم اکن شیئا
لیتنی کنت نسیا منسیا(13)

’’کاش میں پیدا نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی، کاش میں کچھ نہ ہوتا
کاش میں نیست ونابود ہو گیا ہوتا‘‘

یہ ہے ایک خلیفہ راشد اور اس امیر المؤمنین کے خوف وخشیت کا حال جس کے رعب وجلال سے کائنات لرزتی تھی یہ عام سلاطین اور آمروں کی مصنوعی صولت وشوکت نہیں تھی بلکہ

خاص ہیبت الٰہیہ کا اثر تھا جو ذات عمرؓ پر چھا گئی تھی اور ظاہری حشم وخدم سے بے نیاز کل ماحول کو متاثر کر رہی تھی۔ بقول عارف رومیؒ

ہیبت حق است ایں از خلق نیست

ہیبت ایں مرد صاحب ولق نیست

بہر کیف اس خشیت الٰہی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو رات کو نیند میسر تھی نہ دن کا چین، دن کو رعایا کے حقوق کا خیال نچلا نہ بیٹھنے دیتا تھا اور رات کو اپنے نفس کے محاسبہ سے نیند اچاٹ ہو جاتی تھی خود فرماتے تھے۔

اذا نمت فی الیل ضیّعت نفسی وان نمت فی النھار ضیعت رعیتی(14)

"اگر میں رات کو سو جاؤں تو میں نے اپنے نفس کو برباد کیا اور اگر دن کو سو جاؤں تو میں نے اپنی رعایا کا نقصان کیا"

اس خوف سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں۔

کان فی وجه عمرخطان اسود ان من البکاء(15)

"حضرت عمرؓ کے چہرہ پر دو آنسوؤں کے بہنے سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں"

اور خوف وخشیت کا اثر کچھ وقتی نوعیت کا نہ تھا بلکہ پورے دور حیات پر چھایا ہوا تھا حتی کہ عین اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کو اسی کرب وبلا میں مبتلا یہ گڑگڑاتے سنا گیا

ویلی وویل امی ان لم یغفر الله لی(16)

بربادی ہے میری اور میری ماں کی اگر اللہ نے مجھ کو نہ بخشا۔

یہ چند باتیں اظہار مدعا کے لئے بس ہیں تفصیل دیکھنا ہو تو سیرۃ عمر بن الخطاب مؤلفہ شیخ علی الطنطاوی وناجی الطنطاوی قابل دید ہے۔

احتساب نفس

خشیت کا لازمی اثر احتساب نفس ہے، حضرت عمرؓ کے حکام اور رعایا پر احتساب نفس کے کارنامے بہت بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر توجہ اس طرف بہت کم مبذول رہتی ہے کہ وہ خود

اپنے نفس کے کتنے بڑے محتسب تھے۔اس احتساب کا صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔امیر المؤمنین ہیں ایک روز ممبر پر چڑھتے ہیں،نظر ہر آن اپنے نفس پر جمی ہوئی ہے۔نہ جانے کیا تغیر محسوس ہوا کہ بھرے مجمع میں اپنے نفس پر زجر کرتے ہوئے فرمایا''ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھااور وہ اس کے عوض میں مٹھی بھر کھجور دے دیا کرتی تھیں اور آج میرا یہ زمانہ ہے''بس یہ فرما کر ممبر سے اتر آئے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا تو یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی۔ فرمایا تنہائی میں میرے دل نے کہا تم امیر المؤمنین ہو تم سے افضل کون ہوسکتا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسکو اپنی حقیقت بتادوں۔''(17)

اظہار نعمت یا شکرانہ نعمت

اس احتساب کے ساتھ کسی عطائے ربانی کا اظہار کیا جائے تو وہ وَاَمَّابِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے امر ربانی کی محض تعمیل ہے،اس نزاکت کو بجز ماہرین تصوف کے نہ کوئی جان سکتا ہے نہ پہچان سکتا ہے کہ اظہار فخر کیا ہے اور تحدیث نعمت کیا ہے؟ دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر آچکے ہیں اور صحابہ کرام کے مقدس مجمع سے مخاطب ہیں ،اپنی اس فضیلت خداداد کا شکرانہ اور خلافت راشدہ کے مقام و منصب کا اظہار کس قدر صاف وصریح الفاظ میں فرما رہے ہیں۔

الحمدلله الذی صیرنی بحیث لیس فوقی احد(18)

''تعریف اس خدا کی جس نے مجھے ایسا بنادیا کہ آج مجھ سے برتر کوئی نہیں۔''

اس اظہار''لیس فوقی احدٌ''کوسن کر سب سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں اور سب کے سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ظاہری معنوی،قالبی وقلبی،حکومتی اور روحانی فضیلت پر مہر تصدیق ثبت کررہے ہیں ورنہ اس مجمع مقدس کا ایک ایک فرد حق کے معاملہ میں اس قدر بیباک تھا کہ فوراً ٹوک دیتا کہ اے عمر! تمہاری ظاہری برتری مسلم مگر باطنی پیشوائی کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔مگر جب کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا تو اپنے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہر اعتبار سے ثابت ہوگئی اور معلوم ہوا کہ دور خلافت میں قاسم ازل اپنے عطا کی تقسیم انہیں کے ہاتھوں کروا رہا ہے،خواہ وہ مال غنیمت ہو یا انوار ولایت ہوں۔اسی جامعیت کمال کی طرف شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ:

''از لوازم خلافت خاصہ آن است کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود''

فرارِشیطان

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے خلافت راشدہ کے روحانی کمالات کے ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ''فرار شیطان از ظل او'' اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے متعلق تو ان کے اس وصف کی تصدیق خود نطق نبوی سے حاصل ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

یاعمر مالقیك الشیطان سالکاً فجاًالا سلك فجاً غیر فجك

''اے عمر! جب شیطان تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے تو راستہ بدل دیتا ہے''۔

اس کے صاف معنی یہی ہوئے کہ مظہر ہدایت کے سامنے مظہر ضلالت کی کیا مجال ہے کہ ٹھہر سکے اور یہی ہم پورے زور وقوت سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ روحانی ترفع ہے کہ وہ ہدایت ربانی کے مظہر بن گئے تھے اس لئے ان سے ہدایت ہی ہدایت پھیلتی رہی۔اہل ظاہر کی نظر فاروقی کارناموں پر تو کچھ ہے بھی مگر نفس فاروقیت پر بالکل نہیں۔

اصطلاح ومحاورۂ تصوف میں چند باتیں

اب تک ہم نے حتی الامکان اصطلاح اور محاورہ فن سے بچتے ہوئے سیرت فاروقی میں تصوف کے حقائق کی نشاندہی کی ہے۔اب کچھ اصطلاح میں گفتگو کرنا ہے۔

حضرت عمرؓ ''مراد'' ہیں

اہل نظر کے نزدیک تو حضرت عمرؓ کا امتیاز دور خلافت پر منحصر ہے مگر صوفیانہ نگاہ ان کے امتیاز کو قبل خلافت ہی نہیں بلکہ ان کے اصل جوہر اور انکی ابتداء میں دیکھتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اسلام میں ''مرید'' ہوکر نہیں آئے بلکہ ''مراد'' بن کر آئے ہیں، ان کو حضور پاک ﷺ کی دعا نے کھینچا۔حضور نے ان کو اللہ تعالی سے یہ کہہ کر مانگا تھا۔

اللهم اعز الاسلام بأحب هذين الرجلين اليك بابى جهل او عمر بن خطاب(19)

اے اللہ ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت دے

چنانچہ جب اس دعا کی قبولیت نے ظہور کیا اور نگاہ رب العزت میں عمر بن الخطاب ہی

محبوب ٹھہرے اورانہی کے ذریعے دین کی عزت افزائی مقدر ٹھہری تو ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر جبرائیل علیہ السلام آئے اور بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ ''آسمان کے لوگ آپ کو عمر کے اسلام لانے پر بشارت دیتے ہیں''۔ مرادیت عمر کی یہ کس قدر کھلی اور مستحکم دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''مجذوب سالک'' ہیں

فن سلوک وتصوف کے واقف کار جانتے ہیں کہ جو ''مراد'' ہوتا ہے اس کو دولت ''جذب'' پہلے ملتی ہے اور مدارج سلوک کی سیر بعد میں کرائی جاتی ہے یہی ''محبیّت'' کی نشانی ہے اور اسی کو اصطلاح میں ''مجذوب سالک'' کہا جاتا ہے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مجذوب سالک ہوئے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی پوری صراحت سے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ''سالک مجذوب'' ہیں مگر بقیہ تینوں خلفاء کا حال یہ ہے۔

فان جذبهم مقدم على سلوكهم كما هو حال حضرة الرسالة المصطفوية عليه وعلى آله الصلوٰت والتسليمات(20)

یعنی ان حضرات ثلاثہ کا جذب ان کے سلوک پر اس طرح مقدم ہے جیسے خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''قدمِ موسیٰ'' پر

یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ابراہیمیت موسویت اور عیسویت والی جامعیت کا خاص شرف حاصل ہے البتہ حضور اقدس ہی کے فیضان روحانی سے پچھلے انبیاء کی طرح اگلے اولیاء کاملین میں بھی کسی میں حضرت نوح علیہ السلام والے غیظ وغضب کا جلال، کسی میں موسوی حکومت وسطوت کا شکوہ، کسی میں عیسوی زہد وعفو کا جمال نمایاں دیکھا جاسکتا ہے۔ صوفیاء کرام اپنی بولی میں افراد امت محمدیہ کے ان شئون کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ ''قدم نوح'' پر ہیں، فلاں ''قدم موسیٰ'' پر اور فلاں ''قدم عیسیٰ'' پر۔ صوفیاء کے اس نقطہ نظر سے سیرت عمر کا جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ تمام خشیت وزہد، تنظیم ملت، حکومت وسطوت اور جاہ وجلال کی خصوصیت اس قدر نمایاں نظر آتی ہے کہ ہم بلا پس وپیش یہ کہہ سکتے ہیں کہ فاروق

اعظم ''قدم موسیٰ'' پر ہیں اور یہ بات کم از کم حضرات شیخین اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو محض صوفیاء کے کہنے کی نہیں ہے بلکہ نطق نبوی سے اس کی کھلی تائید مل جاتی ہے۔ دیکھئے غزوۂ بدر میں جب کفار قریش گرفتار ہو کر آئے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے لیکن حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے خاندان اور قوم کے ہیں ان پر رحم فرمایئے۔ آپ نے ان مشوروں کو سنکر فرمایا کہ ایک فریق (یعنی ابن رواحہ اور عمر) اپنے پہلے بھائیوں نوح اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے نوح علیہ السلام نے کہا پروردگار زمین پر کافروں میں سے کسی گھر بسانے والے کو مت چھوڑ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارے پروردگار ان کی دولت ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے اور دوسرا فریق (یعنی ابوبکر) ابراہیم کی طرح ہے، ابراہیم نے کہا جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور عیسیٰ کی طرح ہے کہ عیسیٰ نے کہا کہ اگر تو نے ان کو سزا دی تو وہ تیرے بندے ہیں اور تو معاف کر دے تو تو قدرت والا اور حکمت والا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نذیری شان اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشیری شان کی مثال میں ظاہر فرمایا'' (21)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''قطب ابدال'' تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم موسیٰ پر ہونا ثابت ہو چکا اور یوں بھی چشم بصیرت پر ظاہر ہی تھا لیکن اگر سوال یہ کیا جائے کہ خود نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کا روحانی رتبہ کیا تھا، تو اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ملے گا، اپنے مشہور رسالہ معارف لدنیہ میں معرفت کے تحت حضرت مجدد نے پہلے تو ''قطب ارشاد'' اور ''قطب ابدال'' کے فرق کو واضح فرمایا ہے کہ ایمان، ہدایت، نیکیوں کی توفیق، برائیوں سے توبہ: یہ ''قطب ارشاد'' کے فیوض کا نتیجہ ہیں اور قطب ارشاد ''قدم نبوی'' پر ہوتا ہے، اس کے بالمقابل ''قطب ابدال'' دنیا کے تکوینی امور، جیسے بلاؤں کا ازالہ، امراض کا خاتمہ، حصول عافیت اور رزق رسانی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس کو پل بھر کی

فرصت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔اس فرق کی وضاحت کے بعد دور حضرت رسالت پناہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام باطنی سے متعلق یہ عجیب انکشاف فرمایا ہے۔

"وقد کان ﷺ قطب الارشاد وکان قطب الابدال فی ذلك الوقت عمر واویس القرنی"

''خود حضور ﷺ تو قطب ارشاد تھے ۔ اور اسی دور میں عمر اور اویس قرنی قطب ابدال تھے۔''

تجدید دین کا کارنامہ ''نسبت فاروقی'' کے ذریعے انجام پاتا ہے،

ردوقبول اہل بصیرت پر چھوڑتے ہوئے مکتب ''تصوف واحسان' کے ابجد خوان کی حیثیت میں ''نسبت فاروقی'' سے متعلق ایک غور طلب بات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر نسبت کا ایک لون (رنگ) ہوتا ہے اور جب کبھی کسی خاص نسبت کا ظہور کہیں ہوتا ہے۔تو اس صاحب نسبت سے اسی رنگ کے مخصوص کمالات ظاہر ہوتے ہیں اور نسبتوں کے ان الوان کے اشارات خود احادیث نبویہ سے ملتے ہیں مثلاً حضرات نقشبندیہ جو نسبت صدیقی کے حامل ہیں ان میں سینہ بہ سینہ القاء کا ظہور زیادہ ہے اس کا اشارہ اس ارشاد نبوی میں صاف ملتا ہے کہ:

ماصب الله فی صدری شیئاً الا صببته فی صدر ابی بکر

''اللہ تعالی نے میرے سینے میں کوئی بات ایسی نہیں ڈالی جو میں نے ابوبکر کے سینہ میں نہ ڈالی ہو۔''

یا مثلاً حضرات چشتیہ جو نسب علوی کے حامل ہیں ان میں فنائیت کا کمال بہت زیادہ ہے یہ فیض عینیت کا اثر ہے جس کا اشارہ اس حدیث پاک میں ملتا ہے کہ

علی منی وانامنه

"علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں"

اسی طرح اگر غور کیا جائے تو فاروق اعظم کے بارے میں جو خاص ارشاد نبوی ہے وہ یہ ہے کہ:

لوکان بعدی نبی لکان عمر

''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے''

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نظام شرعی کی ترویج وتجدید کے کارنامے کا خصوصی تعلق ''نسبت فاروقی'' ہی سے ہے، اور جب کبھی ''نسبت فاروقی'' کا فیضان خاص کسی ولی پر غالب آتا ہے تو اس سے تجدید دین کا کارنامہ سرانجام پاتا ہے خواہ وہ کہنے کو نقشبندی ہو یا چشتی یا قادری یا سہروردی (22) اس حقیقت کے ماسوا تاریخ مجددین پر سرسری نظر ڈالئے تو ''اتفاق مشیّت'' کا ایک اور کرشمہ نظر آئے گا۔ وہ یہ کہ دین محمدی کے مجدد اول اور پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں جو نسبت باطنی رکھنے کے علاوہ فاروق اعظم کے پرپوتے بھی ہیں پھر ہزارہ ثانی کے مجدد اول حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ جن کا نام نامی ہی ''مجدد الف ثانی'' پڑ گیا ہے، وہ بھی فاروقی النسب ہی ہیں۔ بارہویں صدی کے مجدد کبیر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ بھی نسبتاً فاروقی ہی تھے۔ اسی طرح چودھویں صدی میں دین محمدی کے ایک اور ممتاز مجدد مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ بھی نسباً فاروقی ہی ہیں ان چار ہستیوں کے علاوہ درمیانی صدیوں کے مجددین کی جو فہرستیں امام جلال الدین سیوطی یا اور محدثین نے مرتب فرمائی ہیں، ان میں سے ایک ایک کو دیکھا جائے تو اور بھی ہستیاں ایسی نکل آئیں گی جن میں فاروقی خون جوش زن ملے گا گو ہمارے نزدیک تجدیدی کارنامے کا انحصار نسب پر نہیں بلکہ محض ''نسبت فاروقی'' کے زور پر ہے۔ واللہ اعلم

حواشی

(1) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، فصل دوم

(2) ازالۃ الخفاء، فصل سوئم

(3) محدثیت سے مراد فہم کی وہ اعلیٰ استعداد ہے جس میں عام قوت فکریہ کی محتاجی نہ رہے۔

(4) ازالۃ الخفاء، فصل دوم ۔حضرت شاہ صاحب نے قرآن، حدیث، عمل نبوت، اور تعامل صحابہ سے بھی اور بے شمار عقلی دلائل سے بھی اس کو ثابت کیا ہے۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب دیکھیں

(5) مکتوب (32) دفتر اول ۔مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

(6) ''مکاتیب سلیمان'' مرتبہ مولانا مسعود عالم مرحوم

(7) قرآن وحدیث کی اصطلاح میں نہ کہ ہماری زبان کے محاورہ میں

(8) ترمذی بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(9) مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب صحابہؓ فصل ثانی

(10) ابن جوزی سیرۃ عمر

(11) (12) سیرۃ عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ ابن جوزی

(13) سیرۃ عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ تنبیہ المفسرین للشعرانی 48

(14) بحوالہ الحلیہ 5:1

(15) ایضاً ابن سعد 362/1 ابن جوزی

(16) نزہت الابرار تذکرۃ حضرت عمرؓ

(17) ارشاد الطالبین مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی بحوالہ دیلمی وفردوس وابونعیم درحلیہ

(18) ترمذی بروایت عبداللہ بن عمر

(19) معارف لدنیہ

(20) خلیل اللہ کی بشریت، حضرات انبیاء کے اوصاف غالبہ از سلیمان ندویؒ

(21) واضح رہے کہ علوی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، یا اویسی نسبتوں کا ظہور معروف سلاسل تصوف میں کسی خاص سلسلہ کا پابند نہیں، بلکہ یہ بجلیاں ہر سمت کوندتی رہتی ہیں، دراصل اس کا انحصار کسی اہل اللہ کے اپنے شاکلہ پر ہے۔ اس کی نہایت عام فہم مثال حضرت حکیم الامت نے یہ ارشاد فرمائی کہ مرغی انڈا اگر بطخ کے نیچے رکھئے تو مرغی برآمد ہوگی۔ بطخ کے سینکنے سے بطخ برآمد نہ ہوگی اسی طرح اس کے برعکس معلوم ہوا کہ دارومدار انڈے کی طبعی استعداد پر ہے نہ کہ مرغی یا بطخ کی حرارت پر----!! (ماخوذ از ماہنامہ میثاق لاہور)

ماہنامہ ''عرفات'' لاہور کے شمارہ جولائی 08ء سے ماخوذ

پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی مدظلہ

کی دردمندانہ تحریر

بزرگان دین کے عرسوں پر
میلوں ٹھیلوں کا عذاب

کے حوالے سے

ہمارے بریلوی مسلک کے علماء، فضلاء، خطباء

اور دعوت اسلامی کے غیور اسلامی بھائیوں

کے کرنے کا کام

ماہنامہ ''عرفات'' لاہور ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کی نگرانی میں ایک دقیع پرچہ ہے جس میں دیگر امور کے علاوہ امت مسلمہ کی مجموعی اصلاح کے حوالے سے تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ذیل میں ہم ماہ جولائی 08ء کے شمارے سے پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی صاحب (مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ حسنیہ بہاولپور) کی تحریر بعنوان ''بزرگان دین کے عرسوں پر میلوں ٹھیلوں کا عذاب'' من وعن شائع کر رہے ہیں اگرچہ تحریر سے ہمیں سو فیصد اتفاق تو ممکن نہیں تاہم مجموعی طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ اگر صاحب مضمون کی تحریر کے مطابق اصلاح احوال کی کوشش کی جائے اور اس پر مثبت نتائج برآمد ہو جائیں اور خرافات کا طور مار بند ہو جائے تو مسلمانوں کے درمیان جو اختلافات کی گرد فضا میں موجود ہے وہ چھٹ سکتی ہے اور اس طرح شاید اختلاف کی شدّت میں بھی کافی حد تک کمی آ سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کام جیسا کہ صاحب مضمون نے تجویز کیا ہے ہمارے بریلوی مسلک علماء، فضلاء، خطباء کے کرنے کا ہے اور مزید برآں اس میں اضافی حصہ دعوت اسلامی کے غیور اسلامی بھائیوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تحریر اسی اصلاحی جذبے سے شائع کی جا رہی ہے امید ہے کہ قارئین اس کو اس جذبے کے تحت دیکھیں گے۔ (ادارہ)

ہم تمام مسلمانوں بھائیوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے اپنے مسلمان بھائیوں کو بزرگان دین کے عرسوں اور میلوں ٹھیلوں پر جانے سے سختی کے ساتھ روکیں، یہ میلے ٹھیلے جہاں ''مزرات'' کی سخت بے حرمتی کا سبب ہیں وہاں ان سے ''اہل سنت'' کی بھی شدید بدنامی ہو رہی ہے، ہمیں حیرت ہے کہ ہمارے علماء اور فقہاء اور خطباء ومقررین کے قلم اور زبانیں اس سلسلے میں

اپنا ''اجتماعی کردار'' ادا کرنے سے کیوں عاجز آ گئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عرس کی محفل منعقد کرنا شرعی طور پر ایک جائز کام ہے جس سے بہت سے دینی مصالح اور شرعی فوائد وابستہ ہیں لیکن عرسوں کی آڑ میں فواحش اور منکرات کا بازار گرم کرنا، جوا کھیلنا، شراب پینا، سرکسیں کرنا، خسروں کا ناچنا، کتے اور ریچھ لڑانا، نیم عریاں ملکی وغیر ملکی عورتوں کا رقص کرنا، کان پھاڑنے والی آوازوں کے ساتھ سارے شہر میں گانوں کا گونجنا، بدکاری اور حرام کی دعوتوں کا عام ہونا کیا یہ بھی کوئی عرس کا حصہ ہیں؟ یا پھر عرس کے دنوں میں یہ گندے اور غلیظ کام جائز ہو جاتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ آج مزرات کے زیر سایہ ان تمام بدکاریوں کو دینی جواز فراہم کر دیا گیا ہے اور جاہل لوگ ان خبیث کاموں کو کار ثواب سمجھ کر کرتے ہیں یہ میلے ٹھیلے جرائم کی آماجگاہ بن چکے ہیں غنڈے، لوفر، بدمعاش، چور، اُچکے، زانی، قاتل، ڈاکو، لوطی، مراثی، جواری، شرابی غرضیکہ دنیا بھر کے ذلیل ترین اور ننگ انسانیت لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور ان مقامات مقدسہ پر ہر وہ بدترین کام ڈنکے کی چوٹ پر ہوتا ہے جس سے انسانیت منہ چھپائے پھرتی ہے اور اسلام کا سر عام جنازہ اٹھ رہا ہوتا ہے ''چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''

بد مذہبوں سے ہمارا اختلاف اس بنیاد پر نہیں کہ یہ گندے کام بھی جائز ہیں ان سے تو ہمارا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ وہ مطلقاً عرس کو ہی ناجائز قرار دیتے ہیں اور مزارات سے حصول فیض کے ہی مخالف ہیں، بد مذہب لوگ اگر یہ کہیں کہ انہی گندے کاموں کی وجہ سے ہم نے اعراس اور مزارات پر حاضری کو حرام قرار دیا ہے تو یہ ان کی بہت بڑی زیادتی اور کج فہمی ہے کیونکہ اس طرح ایک خالصتاً جائز کام کو بھی غلط قرار دے دیا گیا جبکہ ناجائز کام بھی جاری وساری رہا! یقیناً یہ بہت بڑی حماقت ہے۔

مزید برآں ان میلوں ٹھیلوں کو مسلک اہل سنت کے سر تھوپنا بھی ایک جاہلانہ اور شیطانی حرکت ہے کیونکہ علماء اہل سنت انہیں کل بھی حرام قرار دیتے تھے اور آج بھی حرام قرار دیتے ہیں (یہ مضمون بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے) ہم میلوں کی اِن تمام غیر شرعی رسوم وروایات سے کلیتاً بے زاری کا اعلان کرتے ہیں لیکن ناجائز کاموں کو دیکھ کر جائز کاموں کو بھی ناجائز قرار دے دینا بھلا کہاں کی عقل مندی ہے اس طرح تو آپ لوگوں کو بھی کعبہ سے روکنا شروع کر دیں گے کہ غلط

کارلوگ وہاں بھی اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں آتے۔ پھرتو آپ شادی کو بھی نہ جائز قرار دے دیں گے کہ وہاں بھی گناہوں کا ہجوم ہوتا ہے میلے ٹھیلے اگر منعقد کرنا عملی جہالت ہے تو عرسوں کو ناجائز قرار دینا علمی جہالت ہے لہٰذا مہربانی فرما کرنا جائز سے روکیے اور جائز کو جائز رہنے دیجئے

خیر! آمدم بر سر مطلب، ان میلوں ٹھیلوں کا نہ تو کوئی دینی وشرعی جواز ہے اور نہ ہی قانونی واخلاقی۔ یہ چھوٹے چھوٹے اور بڑے بڑے ہزاروں میلے ظلم ہی ظلم اور جرم ہی جرم ہیں۔ ان سے روکنا اور رکنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ خاص طور پر علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں، ان اسلام کش اور دین دشمن میلوں کے خلاف بر سر پیکار ہو جائیں اور اپنی تمام تر علمی و عملی توانائیوں کے ساتھ انہیں رکوا کر ہی دم لیں اگر علماء کرام نے اجتماعی طور پر اپنا یہ فرض ادا نہ کیا تو پھر وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو غلط کام کو دیکھے اس سے نہ روکے تو وہ گونگا شیطان ہے۔ ہمارے بہت سے خطباء ومقررین جو علم وعمل کے کورے ہوتے ہیں اور فقط سُر اور گُر کی بنا پر عوام میں اپنا اثر ورسوخ قائم کر لیتے ہیں میلوں ٹھیلوں کے اس جرم وہ برابر کے شریک ہیں کیونکہ وہی ان میلوں پر جا کر تقریریں کرتے ہیں اور عوام کی صحیح تربیت کرنے کی بجائے انہیں لطیفے چٹکلے سناتے رہتے ہیں۔ نیز انہیں یہ حق ہی کس نے دیا ہے کہ وہ عوام کو وعظ سنائیں جبکہ ان کا وعظ کرنا ہی شریعت میں حرام ہے وعظ کرنے کے لئے آدمی کا مستند ہونا ضروری ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ ''شہادۃ العالمیہ'' پاس ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علم دین پر ''کامل عبور'' بھی رکھتا ہو۔

سجادہ نشینوں کے ٹھیکے

یہ سن کر ہی آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے کہ وہ نہ اہل کاروباری پیر جنہیں بزرگوں کی گدیاں وراثت میں ملی ہیں۔ (یعنی زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن) یہ لوگ سالانہ عرسوں کے موقع پر میلوں ٹھیلوں کے ذریعے بہت بڑا بزنس کرتے ہیں اور ہر سال بھر کا خرچہ دو چار دنوں میں ہی جمع کر لیتے ہیں اسلام کو بڑی بے دردی سے ذبح کرنے والی سرکسوں کی بدقماش انتظامیہ انہیں لاکھوں روپے کا ٹھیکہ فراہم کرتی ہے، جس سے سجادہ نشین اور اس کا خاندان تجوریاں بھرتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو بیچ کھاتے ہیں۔

یہی شیخ حرم جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
کلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

یہ سجادہ نشین اور مجاور لوگ، جہلاء سے پیسے بٹورنے کے لئے نت نئے ڈھونگ رچاتے ہیں۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بہشتی دروازے کو دیکھ کر انہوں نے بھی بہشتی موریاں اور جنتی کھڑکیاں کھول ڈالی ہیں۔ یہ لوگ، رقمیں بٹور کر جہلاء کو جنت میں داخل کرتے ہیں۔ان ظالم اور خونخوار درندوں نے مسلک اہل سنت کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے اور اسے زمانے بھر میں کہیں منہ دکھانے کا نہیں چھوڑا۔ یہ ننگ زمانہ خانوادے اور اسلام دشمن پیر خانے اپنی سرپرستی میں شراب وشباب، رقص وسرود، ناچ گانے اور عریانی وفحاشی کو فروغ دے کر دین مصطفیٰ ﷺ کی جڑیں کاٹتے ہیں۔اہل سنت کا فرض ہے کہ وہ ان خونخوار درندوں کے دست جفاکش کو توڑ ڈالیں اور انہیں ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کریں کہ ان کے انجر پنجر ہل کر رہ جائیں۔تمام مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ میلوں ٹھیلوں اور ان کی سرپرستی کرنے والوں کے خلاف علم جہاد بلند کریں اور یزیدیت کے اس طوفان بلاخیز کے سامنے سد سکندری بن کر رسم شبیری ادا کریں۔یقین جانیے !اگر ہم نے اس سلسلے میں اپنا کردار ادا نہ کیا تو خدا کی قسم بروز قیامت ہمیں بھی ان کاروباری پیروں سمیت جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔آج بد مذہب اور بدعقیدہ لوگ، ملت کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے جا کر ان میلوں ٹھیلوں کے حیا باختہ اور اخلاق سوز مناظر دکھاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ''دیکھو! یہ ہے مسلک اہلسنت''۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے سادہ لوح نوجوان ہم سے ٹوٹ ٹوٹ کر دھڑا دھڑ ان بد مذہبوں میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔(حالانکہ اسے مسلک اہلسنت قرار دینا خالصتاً تلبیسی اور ابلیسی حرکت ہے۔ہم بانگ دھل یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان میلوں ٹھیلوں سے مسلک اہل سنت کا کوئی تعلق نہیں) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان میلوں ٹھیلوں پر آنے والے ''سنی لوگ'' ہی تو ہوتے ہیں جو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ''لَیْسَ عَلَیْنَا فِیْ الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ''ہمارا مسلک ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ جہلاء کی جاہلانہ حرکت اور ایسے جہلاء کی آپ کے ہاں بھی کوئی کمی نہیں۔مزید برآں ہمارے ساتھ یہ سب کچھ ہمارے جہلاء نے کیا ہے اور آپ کو آپ کے علماء نے تباہ کیا ہے۔ فرق صاف ظاہر ہے۔

خانقاہوں کا حقیقی تصور:

اسلام میں خانقاہی نظام کا جو تصور ہمیں قرون اولیٰ میں ملتا ہے وہ درحقیقت تلاوت آیات ،تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب وحکمت پر مبنی ایک تربیتی ادارہ کا تصور ہے۔ایک ایسا ادارہ جہاں سے گمراہ لوگوں کو نور ہدایت نصیب ہو، گنہگاروں کو توبہ کی توفیق ملے،سیہ کاروں کو روشنی کی کرن نظر آئے ۔عصیاں شعاروں کو ذوق عبادت نصیب ہو۔جبکہ مروجہ نام نہاد خانقاہوں میں تو چکر ہی الٹ چل رہا ہے ۔یہاں تو جہالت کو فروغ ملتا ہے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے،شرفاء کی پگڑی اچھالی جاتی ہے،غرباء کی جیبیں کاٹی جاتی ہیں،علم وعمل کا مذاق اڑایا جاتا ہے، روحوں کو دغدار کیا جا تا ہے،دلوں کو سیاہ کیا جاتا ہے،ظلمتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے،اندھیروں کو سلامی پیش کی جاتی ہے ،دولت کی پوجا کی جاتی ہے،وڈیروں کی عزت کی جاتی ہے،علماء کی تحقیر کی جاتی ہے، بدمعاشوں کی سرپرستی کی جاتی ہے،ظلم وتعدی کا بازار گرم کیا جاتا ہے،ان کے میلوں ٹھیلوں سے ایسی سڑانڈ اٹھتی ہے کہ کسی سمجھدار آدمی کے لئے ایک لمحہ ٹھہر جانا محال نظر آتا ہے۔ ہے کوئی چشم بینا جوان معاملات کی طرف بھی توجہ کرے؟ ہے کوئی دل دردمند جوان خرابیوں کے خاتمہ کے لئے بھی مضطرب ہو۔

آج کل کے زمانہ میں حقیقی خانقاہیں اہلسنت کے وہ دینی مدارس ہیں جہاں قوم کے بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے ۔انہیں نماز روزہ کا پابند،علم وتحقیق کا خوگر اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے جدوجہد کا پیکر بنایا جاتا ہے۔ یہ ہمارا بنیادی حق ہے کہ ہم ان میلوں ٹھیلوں کو ملیامیٹ کر کے اپنے دینی مدارس کی سرپرستی کریں علماء اہلسنت سے رابطہ کریں ،طلباء کرام کو ہر طرح کی آسائش مہیا کریں ۔مدرسین کے لئے تنخواہوں کا خاطر خواہ انتظام کریں ،تاکہ حقیقی خانقاہی نظام کا دوبارہ احیاء ہوسکے۔ورنہ مروجہ کاروباری خانقاہوں سے خیر کی توقع رکھنا بیل سے دودھ کی اُمید رکھنے کے مترادف ہے۔

مزارات کے گلے اور صندوقچے :

یہ ایک عجیب ترین بات ہے کہ مزارات اور خانقاہوں کے دروازوں پر بڑے بڑے گلے اور صندوقچے رکھے ہوتے ہیں جہاں بڑے ہی بداطوار قسم کے مجاور _______زائرین کی آمد پر ان گلوں کو کھڑ کھڑ کر نذرانہ طلب کرتے ہیں۔جس پر جاہل اور

احمق قسم کے لوگ ان گلوں میں ہزاروں روپے ڈال جاتے ہیں۔ بعد یہ پیسے یا محکمہ اوقاف والے اٹھا کر لے جاتے ہیں یا پھر سجادہ نشین صاحبان ان سے گلچھرے اڑاتے ہیں۔ یادر ہے کہ ان پیسوں کا مصرف سوائے عیاشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تمام اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ جاہل لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کریں کہ گلوں میں ڈالے ہوئے ان کے پیسے دراصل افسروں اور سجادہ نشینوں کے پیٹوں کا جہنم بھرنے کے کام آتے ہیں، ان پیسوں سے ''جہلاء'' کو کسی قسم کا کوئی فائدہ ہرگز نہیں ملتا، نہ ہی دنیوی، اور نہ ہی اخروی، بلکہ الٹا دونوں جہانوں کا خسارا ہوتا ہے۔ دنیا کا اس لئے کہ وہی پیسے جو انہوں نے گلے میں ڈالے وہ ان کے اہل خانہ یا دیگر امور خیر کے کام آجاتے جو نہ آسکے۔ اخروی اس لحاظ سے کہ ان کے یہ پیسے ناجائز کاموں میں صرف ہوتے ہیں۔ اس طرح ناجائز کاموں میں ان کا حصہ شامل ہو جاتا ہے۔ لہذا قیامت کے دن غلط کار افسروں اور سجادہ نشینوں کے ساتھ ان کا بھی مواخذہ ہوگا۔ اس لئے ان گلوں میں پیسے ڈالنے کی بجائے انہیں راہ خدا میں صرف کیا جائے اور خاص طور پر اہل سنت کے مدارس کو مضبوط کیا جائے۔

منافقانہ طرزِ عمل:

بعض اعراس کے موقع پر عجیب سلسلہ ہوتا ہے کہ اندر حسینیت پھول بکھیر رہی ہوتی ہے اور باہر یزیدیت انگارے برسا رہی ہوتی ہے۔ اندر مولانا وعظ فرما رہے ہیں اور باہر شیطان اچھل کود کر رہا ہے۔ اندر 72 افراد ذکر و درود میں مشغول ہوتے ہیں اور باہر ہزاروں افراد رقص ابلیس میں مصروف ہوتے ہیں۔ اندر مزارات کو بوسے دیئے جا رہے ہیں اور باہر بے حیائی کو چوما جا رہا ہوتا ہے۔ یقیناً ان میلوں کے زائرین جب واپس جاتے ہوں گے تو احباب کو اس طرح کی رپورٹ دیتے ہوں گے۔

ے کعبہ کا حج بھی کیا گنگا کا اشنان بھی
اللہ بھی خوش رہے راضی رہے شیطان بھی

یہ منافقانہ طرزِ عمل آخر کب تک جاری رہے گا اور اس کے خلاف آخر کون آواز بلند کرے گا؟ اے دانشوران اسلام اگر آپ نے اس سلسلے میں اپنا کردار نہ کیا اور یہ کام اسی طرح چلتا رہا تو پھر تیار ہو جایئے اس وقت کے لئے جب ہمارے گریبان چاک اور امن تار تار ہو رہے ہوں

لیکن کوئی بھی شخص ہمارے سروں پر دست شفقت رکھنے والا نہ ہو ــــــــــــــ اے خطباء کرام! تھوک دیجیے ان نذرانوں کو جو میلوں ٹھیلوں کی سرپرستی کے عوض آپ کو ملتے ہیں، خم ٹھونک کر میدان عمل میں آجائیے جب تک ان میلوں ٹھیلوں کا سلسلہ بند نہیں ہو جاتا اس وقت تک چین کی نیند ہرگز نہ سوئیے۔

غیر اسلامی رسمیں

ان مزارات کے میلوں ٹھیلوں میں جہاں دیگر امور میں دین مصطفیٰ ﷺ کا تماشا بنایا جاتا ہے وہاں جاہل لوگوں کو بہت سی غیر اسلامی رسموں کا خوگر بھی بنایا جاتا ہے۔لوگ ان ناجائز رسموں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں۔اور حالانکہ ان کاموں میں دنوں جہانوں کا خسارہ ہوتا ہے۔ایسی بہت سی رسموں میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

☆ کئی مزارات پر جاہل لوگ قبر کا طواف یا سجدہ کرتے نظر آتے ہیں، یہ قطعاً ناجائز و حرام ہے

☆ شیرینی ہاتھوں میں دینے کی بجائے اسے پھینکا جاتا ہے۔لوگ شور وغل کرتے ہوئے اس پر بھوکوں کی طرح جھپٹتے ہیں، یہ بالکل ناجائز کام ہے۔

☆ بعض لوگ مزارات کے قریب درختوں کے متعلق طرح طرح کے توہمات کا شکار ہوتے ہیں اور ان کے متعلق کئی قسم کے خود ساختہ عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً باطل ہے بعض لوگ کچھ درختوں کییہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہاں مقدس روحیں رہتی ہیں اور ان درختوں کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔ یہ سب خرافات اور واہیات باتیں ہیں۔

☆ بعض لوگ جھوٹی قبریں بنا کر ان پر اعراس کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں اس کے متعلق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ''جھوٹا مزار بنانا اور اس کی تعظیم جائز نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ، ج۴، ص۱۱۶)۔

☆ بعض جہلاء میں دستور ہے کہ وہ بچے کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھتے ہیں یہ محض بے بنیاد اور غیر شرعی کام ہے۔

☆ اکثر مزارات پر عورتیں کئی کئی دن آکر رہائش اختیار کر لیتی ہیں اور اس کو ''منت کا پورا کرنا'' قرار دیتی ہیں۔ یہ سب شیطانی عمل ہے اور اس کے سبب عورتیں لعنت خدا کی مستحق قرار

پاتی ہیں اس سلسلے کو فوراً سے پیشتر بند کرنا ضروری ہے۔

☆ مزارات پر تبرک بانٹنا ایک جائز امر ہے مگر تبرک کے ساتھ طرح طرح کی خود ساختہ حدود قیود کو لازم کر دینا مثلاً یہ تبرک فلاں فلاں نہیں کھا سکتے یا تبرک کھانے سے فلاں فلاں نتیجہ برآمد ہونا یقینی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس کی بھی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

☆ بعض لوگ مزارات کے لئے بڑی بڑی رنگین و منقش چادریں تیار کرتے ہیں اور پھر جلوس کی صورت میں اُچھلتے کودتے، ناچتے تھرکتے ان کو لے کر روانہ ہوتے ہیں اور ان میں پیسے وغیرہ ڈالتے جاتے ہیں یہ سب بھی بے فائدہ بے مقصد لا یعنی اور لغو کام ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ (مزارات پر صرف ایک چادر ڈالنے کی گنجائش ہے)۔

☆ بعض مزارات پر جہلاء باقاعدہ رقص کرتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور اسی طرح کے بہت سی واہی تباہی امور سرانجام دیتے ہیں، یہ بھی سخت گناہ کے کام ہیں۔

☆ بعض مزارات پر گھوڑوں وغیرہ کے مجسمے رکھے جاتے ہیں اور ان کے متعلق بہت سے باطل عقائد و نظریات وضع کیے جاتے ہیں یہ بالکل ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔

☆ مزارات پر عورتوں اور مردوں کا خوب اختلاط ہوتا ہے اور دنیا جہاں کے کمینے وہاں اکٹھے ہو کر ہر طرح کے گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان میں تمام غیر شرعی امور کے خلاف سر بکف ہو جائیں۔

☆ بعض جہلاء پیروں کی تصویریں اپنی دکانوں اور گھروں میں تعظیماً لٹکاتے اور اور رکھتے ہیں۔ انہیں پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور چومتے چاٹتے ہیں۔ یہ سب کام بھی قطعی طور پر ناجائز ہیں۔ ایسے جاہلوں کو ان باطل امور سے روکنا ہمارا فرض ہے۔

نوٹ: ہم ایک مرتبہ پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں مزارات کے دشمنوں کا یہ کہنا ہے کہ ایسے ہی کاموں کی وجہ سے ہم لوگوں کو مزارات پر جانے سے منع کرتے ہیں۔ قطعاً غلط بات ہے۔ مزارات کی حاضری ایک اچھا عمل ہے لیکن اس حاضری میں ناجائز امور کا ارتکاب ایک بُرا عمل ہے۔ اور بُرے عمل سے روکنا چاہیے نہ کہ اچھے عمل سے ـــــــــــــ بہر حال مزارات پر انجام دیئے جانے والے ناجائز، فاسد اور باطل امور کے متعلق ایک بہت بڑی اور مضبوط

اصلاحی تحریک کی ضرورت ہے جو انہیں ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک کرے ،حاضری کے آداب کو یقینی بنائے ،مزارات کا تقدس پائمال کرنے والے بدترین عناصر کی سرکوبی کرے اور اس سلسلے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کریں ۔یقین جانیے !یہ دین اسلام کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

مسئلہ:

اگر کسی نے منت مانی کہ اس کا فلاں کام ہوگیا تو وہ فلاں بزرگ کے مزار پر مٹھائی بانٹے گا یا دیگ پکائے گا۔یا ایصال ثواب کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح کرے گا اس پر لازم نہیں کہ وہ مزار پر ہی جا کر یہ کام سرانجام دے۔ایصال ثواب کے لئے یہ کام کہیں بھی سرانجام دیے جا سکتے ہیں۔خواہ اپنے گھر میں کرلے یا مزار پر جا کر کرلیں۔ (ماخوذ از ماہنامہ عرفات لاہور)

ساتواں خطاب

وطن ہمارا (3)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

قرآن اکیڈمی ملتان کے زیر اہتمام سلسلہ وار خطابات کا پروگرام ماہ مارچ 07ء میں منعقد ہوا تھا جس کی ترتیب یہ تھی۔

18مارچ	رب ہمارا	ڈاکٹر عبدالسمیع	(قرآن اکیڈمی فیصل آباد)
19مارچ	رسول ہمارا	چوہدری رحمت اللہ بٹر	(ناظم شعبہ دعوت و تربیت تنظیم اسلامی)
20مارچ	قرآن ہمارا	انجینئر مختار فاروقی	(قرآن اکیڈمی جھنگ)
21مارچ	منزل ہماری	شیخ شجاع الدین	(قرآن اکیڈمی کراچی)
22مارچ	عزم ہمارا	خالد عباسی	(ناظم حلقہ شمالی پنجاب وکشمیر)
23مارچ	راستہ ہمارا	حافظ عاکف سعید	(امیر تنظیم اسلامی پاکستان)
24مارچ	وطن ہمارا	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	(بانی تنظیم اسلامی پاکستان)

اس سلسلے کو حکمت بالغہ کے قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا چنانچہ اس سلسلے کے پہلے چھ خطابات گزشتہ شماروں میں ترتیب وار شائع ہو چکے ہیں اسی سلسلے کے ساتواں خطاب ''وطن ہمارا'' کی تیسری قسط شائع کی جا رہی ہے۔ مقرر تھے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی پاکستان) خصوصی بات یہ ہے کہ ساتواں اور

آخری خطاب قرآن اکیڈمی ملتان میں نہیں بلکہ ضلع کونسل ہال ملتان میں منعقد ہوا تھا۔
یاد رہے کہ یہ خطابات آڈیو ٹیپ سے اتار کر شائع کئے جا رہے ہیں انداز تحریر کی بجائے
تقریر کا ہی نمایاں ہے۔ (ادارہ)

اس کے بعد سُن لیجیے۔

ISLAM GIVES US A COMPLETE COURSE. IT IS NOT ONLY RELIGION BUT IT CONTAINS LAWS, PHILOSOPHY & POLITICS. IT CONTAINS EVERY THINGS WHICH MATTERS TO A MAN FROM MORNING TO NIGHT. WHEN WE TALK OF ISLAM WE TAKE IT AS IT ALL EMBRACING WORLD. WE DON'T MEAN ANY ILL WILL . THE FOUNDATION OF OUR ISLAMIC CODE IS THAT WE STAND FOR LIBERTY EQUALITY AND FRETERNITY.

دوسرا ہے یہ ADDRESS یہ 6 مارچ 1946 کا ہے۔

LET US GO BACK TO OUR HOLY BOOK "THE QURAN". LET US REVERT TO THE "HADITH' یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ قائداعظم کو منکرین حدیث کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا جیسا کہ غلام احمد پرویز علامہ اقبال اور قائداعظم دونوں کے بارے میں یہ بات غلط طور پر پھیلاتے رہے۔

LET US GO BACK TO OUR HOLY BOOK "THE QURAN". LET US REVERT TO THE "HADITH" AND GREAT TRADITIONS OF ISLAM WHICH HAVE EVERY THING IN THEM FOR OUR GUIDANCE. IF WE CORRECTLY INTERPRET THEM AND FOLLOW OUR

GREAT HOLY BOOK THE QURAN.

اب میں آپ کوصرف چند عنوان دوں گا 6 جون 1938ء کوفرماتے ہیں کہ ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے'' 22 جون 1938ء کو فرماتے ہیں کہ ''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے'' 8 اپریل 39ء ''ملت اسلامیہ عالمی ہے'' 7 اگست 39ء ''میں اول وآخر مسلمان ہوں'' 9 نومبر 39ء ''مغربی جمہوریت کے نقائص'' 14 نومبر 39ء ''انسان خلیفۃ اللہ ہے'' 9 مارچ 40ء ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں'' اور 26 مارچ 40ء ''میرا پیغام قرآن ہے''۔ البتہ اس کے ساتھ اقلیتوں کو بھی اطمینان دلاتے رہے قائداعظم کہ تم ڈرو نہیں تمہارے ساتھ فراخ دلانہ سلوک ہوگا تمہیں مکمل مذہبی آزادی ہوگی اور تمہارے مندر گرائے نہیں جائیں گے مندروں کی حفاظت کی جائے گی)۔ یہ جو اقلیتوں کیلئے ایک ASSURANCE (اطمینان دلانا) یہ بھی ان میں شامل تھا اس کے ضمن میں سب سے پہلے میں ایک QUOTATION دے رہا ہوں 1944ء کی Mr. JINNAH HAS SHOWED THE MINORITIES, IF PAKISTAN WAS ESTABLISHED THEY WOULD BE TREATEDFAIRNESS, JUSITCE AND EVEN GENEROSITY THIS WAS ENJOIN UPON US BY QURAN AND THIS WAS THE LESSON OF THE HISTORY WITH A FEW EXCEPTIONS.

ہوسکتا ہے کہ کبھی کچھ بادشاہوں نے کوئی زیادتی کی ہو لیکن اسلام میں غیر مسلموں کو پوری آزادی ہے جو چاہے عقیدہ رکھے جو چاہیں مندر میں جائیں کہیں اور جائیں چرچ میں جائیں اور سینیگاگ میں جائیں PERSONAL LAW بھی ان کا ہوگا شادی بیاہ کے طریقے ان کے اپنے ہوں گے وراثت میں بھی اپنے قانون ہوں گے، سروسز میں، کاروبار میں، انڈسٹری میں، ٹریڈ میں آئیں برابر حصہ لیں یہ سارے حقوق انہیں دیئے جائیں گے۔ ہاں ریاست کا دین اسلام ہوگا اس کے علاوہ دیگر مذاہب ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی کوئی بھی ہو وہ مذہب کے طور پر ہوں گے لیکن ''دین'' درحقیقت اسلام یعنی اللہ کا دین ہوگا اس ضمن میں جو ایک بات 11 اگست 1947ء

کو قائداعظم نے کہی تھی اسے بہت سارے سیکولر لوگوں نے ذریعہ بنایا ہے جسے جسٹس منیر نے سب سے پہلے لیا تھا اس میں قائد اعظم نے اسی طرح اقلیتوں کو یقین دہانی کرواتے ہوئے ASSURANCE دیتے ہوئے کہا تھا۔

YOU ARE FREE TO GO TO YOUR TEMPLES, YOU ARE FREE TO GO TO YOUR CHURCHES YOUR ARE FREE TO GO TO YOUR PLACES OF WORSHIP.

''تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی'' اس لئے کہ جو مذہب ہے وہ تو انسان کا انفرادی معاملہ ہے یہ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے یہ لفظ کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے یہ اسلام کے معاملے میں صحیح نہیں ہے باقی سارے مذاہب کے معاملے میں صحیح ہے اسلام دین ہے صرف مذہب نہیں ہے اسلام صرف پوجا پاٹ کا مذہب نہیں ہے اسلام مکمل نظام حیات ہے۔اس پر جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھا قائداعظم نے تو یہ کہہ دیا کہ یہاں پر سیکولر سٹیٹ بنے گی تو اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کراچی میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت النبی کا اجلاس ہو رہا تھا25 جنوری1948 کو قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل آف پاکستان نے کہا

QAUID-E-AZAM MUHAMMAD ALI JINNAH SAID: THAT HE COULD NOT UNDERSTAND THIS SECTION OF THE PRESS WHO DELEBRATELY WANTING TO CREATE MISCHIEF PROPEGANDA THAT THE CONSTITUTION OF PAKISTAN WOULD NOT BE BSED ON THE BASES OF "SHAREEA".

یہاں لفظ ''شریعت'' آ گیا نوٹ کیجیے کہ یہاں کوئی حضرت مولانا محمد علی جناح بول رہے ہیں یا کوئی ایم اے جناح بول رہا ہے جو سیکولر ذہن کا آدمی ہے۔اس میں ایک بڑی پیاری بات میں آپ کو بتا دوں 1946 میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک وفد حالات دیکھنے کے لئے ہندوستان آیا تھا سر رابرٹ رچرڈ' ان کا چیئر مین تھا ایک شخص ان میں تھا مسٹر سورنگ سنگھ اس نے

واپس جا کر کتاب لکھی "MY IMRESSIONS OF INDIA" اس میں ایک عجیب جملہ لکھا ہے وہ پڑھ کر میں حیران ہوا ہوں "MUHAMMAD ALI JINNAH IS A SWORD OF ISLAM RESTING IN A SECULAR SCABBARD"

یہ محمد علی جناح جو ہے یہ اسلام کی تلوار ہے ہاں جس نیام کے اندر یہ ہے وہ سیکولر ہے اس کا لباس سیکولر ہے وہ مولوی تو نہیں ہے کوئی داڑھی نہیں کوئی عبا نہیں ہے قبا نہیں ہے اس کا رہن سہن بھی یورپین ہے تلوار جس میں رکھی جاتی ہے SHEATH یا یہاں جو لفظ آیا ہے۔ SCABBARD RESTING IN THE SECULAR SCABBARD.

بہرحال قائداعظم نے جو بھی محنت کی جدوجہد کی پاکستان بنا اور ان کے انتقال کے صرف چند مہینے بعد یہاں پاکستان کی دستورساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد پاس کر دی اور گویا کہ خلافت کی بنیاد قائم کر دی قرار دار مقاصد کیا ہے حاکمیت اللہ کی ہے ہم حاکم نہیں ہیں۔

NO POPULAR SOVEREIGNTY, SOVEREIGNTY BELONGS TO ALLAH اور ہمارے پاس جو بھی اختیارات ہیں وہ اصل میں انہی حدود میں استعمال ہوں گے جو کتاب قرآن وسنت نے طے کر دیئے ہیں THIS IS KHILAFA۔خلافت کی دستوری بنیاد قرارداد مقاصد میں پاس کر دی قائداعظم کے نزدیک ترین اور مخلص ترین ساتھی لیاقت علی خان نے۔اس کے بعد ہمارے یہاں بہت سے سیکولر لوگ بھی تھے ملحد بھی تھے LEFTIST بھی تھے انہوں نے کہا کس کا اسلام نافذ کرو گے شیعہ کا یا سنی کا دیوبندی کا یا بریلوی کا جماعت اسلامی کا یا اہلحدیث کا کس کا کرو گے؟۔اس کے جواب میں (میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ باتیں آپ لوگوں کو یاد رہیں بیان کریں لوگوں تک پہنچائیں)1950 میں اکتیس چوٹی کے علماء شیعہ چوٹی کی قیادت مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین یہ شیعوں کی طرف سے دیوبندیوں کی ٹاپ ٹاپ کی قیادت بریلویوں کی ٹاپ کی قیادت جماعت اسلامی کے مولانا مودودی اور ان کے ساتھی اور یہ سب جمع ہوئے اور انہوں نے بائیس اصول دے دیئے کہ اس پر ہمارے درمیان اتفاق ہے بناؤ دستور 22 FUNDAMENTALS PRINCIPLES OF CONSTITUTION OF PAKISTAN تم کہتے ہو کس کے ہم شیعہ،سنی دیوبندی بریلوی،اہل حدیث اور جماعت

اسلامی جمع ہیں یہ ہمارے بائیس PRINCIPLES ہیں GO AHEAD۔ یہاں تک تو سب خیر تھا لیکن اس کے بعد پھر کیا ہوا لیاقت علی کی شہادت ہوگئی اکتوبر 51 میں' اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی اس کے بعد سے اب تک آپ سمجھئے 57 سال گزر گئے کہاں ہے وہ اسلام، کہاں ہے وہ منزل۔

نجات دیدۂ و دل کی گھڑی ابھی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

قائداعظم کے چند الفاظ تو میں چاہتا ہوں کہ آپ کو سنا دوں جب ٹی بی کے مریض تھے اور آخری دن تھے زندگی کے لاہور میں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا ہمارے پرنسپل تھے الٰہی بخش صاحب علاج کے لئے انہیں بھی اور جو ٹی بی کے امراض کے سپیشلسٹ تھے پروفیسر ریاض علی شاہ ان کو بھی بلایا گیا تھا انہوں نے پھر اپنے ایک انٹرویو کے اندر بتایا اس وقت کے حالات کیا تھے حالت یہ تھی کہ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ذرا دو چار جملے بولتے تھے تو سانس اکھڑ جاتا تھا تو ہم نے پابندی لگا رکھی تھی کہ آپ گفتگو نہ کریں ہم پاس ہی بیٹھے تھے کوئی نئی دوا ہم نے شروع کی تھی اب اس کے اثرات دیکھ رہے تھے لیکن ہم نے محسوس کیا کہ قائداعظم بار بار ان کی زبان پر کچھ آنا چاہتا ہے اور پھر وہ چپ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے روکا ہوا ہے تو ہم نے کہا کہ یہ اندرونی کشمکش زیادہ خراب کرے گی تو ہم نے کہا کہ قائداعظم فرمایئے کیا فرمانا ہے اب جو فرمایا ہے وہ سن لیجیے:

''تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان حاصل ہوتا ہے یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خداﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا (اس کے ساتھ ہی جوڑ لیجیے یہ پاکستان رمضان المبارک کی 27 ویں شب لیلۃ القدر میں وجود میں آیا ہے) اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تا کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو پوری زمین کی بادشاہت دے''

میں حیران ہوتا ہوں کہ قائداعظم کے علم میں وہ احادیث تھیں کہ جن میں حضور اکرمﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل پوری دنیا میں اسلام کا نظام قائم ہوگا یہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے صحیح مسلم میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ ''اللہ نے میرے لئے ساری زمین کو لپیٹ دیا ہے'' فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا ''میں نے اس کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور سارے مغرب بھی دیکھ لئے'' وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا ''اور میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو اللہ نے زمین کو لپیٹ کر دکھا دیا'' یہ حدیث میں حیران ہوں یہ تو اچھے اچھے علماء کے علم میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ احادیث جو ہیں احادیث کی کتابوں کے آخری حصے میں باب الملاحم باب الفتن میں آتی ہیں عام طور پر علماء ان کی طرف توجہ دیتے ہی نہیں۔ ایک اور حدیث مسند احمد بن حنبل میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

لَایَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَاوَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ

''زمین پر نہ تو کوئی گھر رہے گا اینٹ گارے کا بنا ہوا اور نہ کوئی خیمہ رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے''۔

یہ میری آج کی گفتگو کا موضوع نہیں ہے کہ مستقبل کے حالات کیا ہیں دنیا کدھر جا رہی ہے اس وقت تو نظر آ رہا ہے کہ باطل سیلاب کی مانند آ رہا ہے اور ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے اس کے مقابلے میں' اب وہ جو THE LAST CRUSADE شروع ہوا افغانستان سے اس کے تھپیڑے پاکستان کے اندر آنا شروع ہو گئے ہیں لیکن یہی صورتحال نہیں رہے گی

؎ اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے

THEY WILL BE TURNED اور غلبہ بالآخر اسلام کا ہوگا اور اسی غلبے کا نقطۂ آغاز پاکستان شمار ہوگا تاریخ کے اندر، لیلۃ القدر میں قائم ہونے والا ملک! ہاں ہم بھٹک گئے بھول گئے غلطیاں ہو گئیں کوتاہیاں ہو گئیں لیکن اب بھی

؎ چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

بہر حال 60 سال گذرنے کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں اسلام کے نظام عدل اجتماعی

کا کہیں کوئی سرا نہیں ہے کوئی سراغ تک نہیں ہے جا گیرداری نظام چل رہا ہے اور کاشتکار کے خون پسینے کی کمائی پر جا گیردار عیش کر رہا ہے حالانکہ ہمارے پہلے مجدد کون تھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ ان کا کارنامہ یہی تو تھا جتنی جا گیریں دی گئی تھیں ان سب کے وثائق منگوائے اور قینچی لے کر کاٹ دیئے کہا جاؤ جا گیرداری ختم۔ یہ تھی تجدید عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کی۔ آج ہمارے ہاں جا گیرداری ہے۔ سود حرام ترین شے ہے آج ہمارا سارا نظام اس پر مبنی ہے اس سے بڑی کوئی شے حرام نہیں شریعت کے اندر عقیدے میں شرک اور عمل میں سود جس پر کہا گیا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے سن لو'' اور جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ

الرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ (ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

''سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں (اس میں بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی ہیں) اس میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے''

سارا نظام وہی ہے وہی جا گیرداری وہی سرمایہ داری، ابلیس کی مجلس شوریٰ میں اقبال نے جو ابلیس کا بیان دیا ہے۔ ؎

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مؤمن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

یہ امت جو ہے اس کے پاس اسلام نہیں ہے لیکن

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر ﷺ کہیں

مجھے اندیشہ یہ ہے کہ زمانہ جو چال چل رہا ہے حالات جدھر جا رہے ہیں شاید خود بخود شرع محمد ﷺ ابھر کر سامنے آجائے۔ اسی طریقے سے یہاں جو سارا معاملہ ہے کہ جب ہم نے اسلام کے اوپر تو کوئی کام کیا ہی نہیں اسلامی نظام کو نافذ کیا ہی نہیں الٹے سیدھے چند قدم اٹھائے ضیاء الحق نے ادھورے سے بھی ادھورے جن سے خیر کوئی وجود میں نہیں آیا شر زیادہ وجود میں

آیا ہے۔اب اس انحراف کا نتیجہ کیا ہے اس انحراف کا نتیجہ ہے ایک لفظ نفاق منافقت۔قرآن مجید میں سورۃ توبہ کی 75 تا 77 آیات میں اللہ تعالیٰ نے نقشہ کھینچا ہے تفصیل بیان کی ہے مدینے کے منافقین میں سے ایک خاص قسم کے منافقین کی: مِنۡهُمۡ مَنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ ''ان (منافقوں) میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے (ایک) عہد کیا تھا'' لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ''اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے نوازدے گا غنی کردے گا خوب صدقہ وخیرات کریں گے خوب نیک ہوجائیں گے'' فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ''اور جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا'' بَخِلُوۡا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ''اب بخل سے کام لیا تجوریوں کے دروازوں پر تالے لگادیئے اور پیٹھ موڑ لی اور اعراض کیا'' فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ''تو ہم نے سزا کے طور پر ان کے دلوں میں نفاق پیدا کردیا''۔آج برانہ مانیئے گا دنیا کی منافق ترین قوم پاکستان ہے منافق ترین ملک پاکستان ہے منافق ترین دستور پاکستان ہے اس نفاق کے میں اب آپ کو حصے گنوادیتا ہوں پہلا ''نفاقِ باہمی'' یہ اب ایک قوم نہیں ہے اب قومیت میں تحلیل ہوچکی ہے علاقائی معاملات صوبائی معاملات لسانی معاملات یہ اگر ایک قوم ہوتی تو کیا بنگلہ دیش ہم سے علیحدہ ہوکر الگ ملک بن جاتا اور کیا اب جو بلوچستان دہانے پر کھڑا ہوا ہے اور پیشین گوئیاں دنیا میں تقریباً یقین کے درجے میں کی جارہی ہیں کہ یہ پاکستان سے علیحدہ ہوکر ایک آزاد ملک بنے گا۔اگر یہ ایک قوم ہوتی تو کیا اب سے بہت پہلے کالاباغ ڈیم نہ بن چکا ہوتا پانی کو جس طرح سمیٹ کر اور موڑ کر بھارت لے جارہا ہے ڈیم پر ڈیم تعمیر کیے جارہا ہے' بگلیار تو ایک ہے ابھی تو ان کے نقشے اور بہت سے ہیں۔یہاں علامہ مشرقی کہہ کر گئے تھے کہ جیسے یہ باریں کبھی ہوتی تھیں دریاؤں کی دونوں طرف تھوڑی تھوڑی آبادی تھی باقی تو سارے صحرا تھے یہ نیلی بار گنجی بار اور یہ سارے کیا تھے یہ سارا دوبارہ وہی بنجر علاقہ ہوجائے گا۔یہ ساری صورتحال کیوں ہے کہ اب ہم ایک قوم نہیں ہے اچھا دوسرا حضور نے فرمایا: آیة المنافق ثلاث ''منافق کی نشانیاں تین ہیں'' اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ''جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے'' اب آپ اس سے ہی ناپ لیجیے ہمارے ملک کا حال اخلاقی طور پر کیا یہی نہیں ہے؟ جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا

جھوٹا! کتنے عرصے تک ہم مسلسل جھوٹ جھوٹ جھوٹ بولتے رہے کہ ہمارا کشمیر میں کوئی دخل نہیں ہے اس سے بڑا جھوٹ کوئی ہوسکتا ہے اور اب کیا کیا ہے دُم دبا کر واپس تو جو جتنا بڑا اتنا ہی بڑا جھوٹا، جو جتنا بڑا اتنا ہی وعدہ خلاف اور اب تو اربوں روپے کے غبن ہوتے ہیں پہلے جب کبھی کسی زمانے میں چند سو یا ہزار روپے کا کوئی معاملہ ہو جاتا تھا تو تھل تھلی مچ جاتی تھی کہ کیا ہو گیا ہے۔ اور اب کیا حال ہے؟۔

اور نمبر تین اہم ترین بات یہ کہ پاکستان کا دستور منافقت کا پلندہ ہے منافق کسے کہتے ہیں ظاہری مسلمان اور باطن میں کافر۔ دستور میں سارا اسلام موجود ہے ایک قرارداد مقاصد میں خلافت راشدہ کی جڑ موجود ہے صرف ایک چیز کی ضرورت تھی کہ اس میں اضافہ کر دیا جاتا کہ

THIS ARTICLE WILL TAKE PRECEDENCE OVER WHOLE THE CONSTITUTION.

کہ یہ جو دفعہ 2-A ہے یہ پورے دستور پر حاوی ہوگی پھر کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جسٹس نسیم حسن شاہ صاحب نے صاف کہا ہے کہ یہ بھی ایک دفعہ ہے وہ بھی دفعات ہیں یہ اس دفعہ کے اوپر کوئی فوقیت حاصل نہیں کر سکتی بے کار ہے دفعہ 227 الف A ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی اسے اب COUNCIL OF ISLAMIC IDEALOGY کے حوالے کر دیا ہے وہ رپوٹوں پر رپورٹیں دیتی رہے گی اربوں روپے خرچ ہو گیا رپورٹوں پر رپورٹیں آ گئیں الماریاں بھر گئی لیکن کسی ایک رپورٹ کو بھی آج تک اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا۔ضیاء الحق نے بڑا تیر مارا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح رخ پر تھا FEDERAL SHAREEAT COURT اصولی اعتبار سے اس سے بہتر کوئی نظام نہیں کہ ایک عدالت عالیہ ہو اور اگر میرا خیال ہے کہ یہ قانون خلاف اسلام ہے تو میں اس کے سامنے جاؤں وہاں علماء بھی آئیں دوسرے دانشور بھی آئیں عدالت میں بحث ہوگی تو وہ عدالت فیصلہ کر دے گی اور اگر وہ مرکزی حکومت کا معاملہ ہے تو اسے نوٹس دے گی اور اگر صوبائی کا ہے تو صوبائی کو نوٹس دے گی کہ اتنی مدت میں یا اتنے مہینوں کے اندر اندر ALTERNATE LEGISLATION کر لو ورنہ فلاں تاریخ کو یہ NULL & VOID ہو جائے گا۔ کیا کیا دو

ہتھکڑیاں ڈال دیں دو بیڑیاں ڈال دیں دستور پاکستان تمہارے دائرے سے خارج ہے گویا ہمیں دستور اسلامی اور قرآن کے مطابق نہیں چاہیے JUDICIAL PROCIDURAL LAWS ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری تمہارے دائرے سے خارج ہے یہ تو ایسا ہی رہے گا جیسا کہ انگریز بنا کر دے گیا ہے عائلی قوانین تمہارے دائرہ کار سے خارج ہے (نعوذ بالله من ذلك) حد ہو گئی جسے انگریز نے نہیں چھیڑا تھا شادی بیاہ کے طلاق وعدت وغیرہ کے مسائل کہ بس تم خود طے کرلو اور اپنے علماء سے فتوے لو، اپنی وراثت بھی جیسے چاہو تم شریعت کے مطابق خود ہی تقسیم کرلو۔ اس میں آ کر ایک فوجی جرنیل SELF MADE FIELD MARSHAL نے قوانین بنا دیئے جسے سب نے کہا کہ دیو بندی بریلوی اہلحدیث جماعت اسلامی شیعہ سب نے کہ یہ اسلام کے مطابق نہیں ہے یہ سارے کام ہو رہے ہیں۔ یہ شریعت کورٹ جو ہے اس کے بارے میں مَیں نے ضیاء الحق صاحب سے 5 جولائی 1982 کو بات کی تھی اصل میں مَیں ان سے دھوکہ کھا گیا تھا کہ یہ شخص واقعتاً اسلام کا کوئی کام کرنا چاہتا ہے پہلے انہوں نے مجھے مرکزی وزارت پیش کی تھی میں نے معذرت کی کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں اور اس کے اہل نہیں ہوں اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ نے کوئی کام کرنے نہیں دینا اصل تو آپ کی حکومت فوج کی ہے بدنام ہم ہوں گے کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا جیسا کہ جماعت اسلامی کے وزیر اور جمعیت علماء اسلام کے وزیر داغدار ہو کر نکل آئے' پھر جب انہوں نے شوریٰ کی دعوت دی تو میں نے مان لیا کہ ٹھیک ہے کہ مشورہ دینا ہے میں جمعہ میں اپنے خطاب کرتا ہوں تو مشورے دیتا ہوں کہ یہ کام صحیح کر رہے ہو اور یہ کام غلط کر رہے ہو تو وہاں قریب جا کر RIGHT INTO THE HORSES EARS بات کہنے کا موقع ہے لیکن جب یہ بات سامنے آئی کہ شریعت کورٹ کے اندر سے بھی اس کو مستثنیٰ کر دیا تو پھر میں نے ان سے بات کی 5 جولائی 1982 کو' میں نے صرف دو سیشن میں شرکت کی تھی میں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے یہ کورٹ آپ نے بنائی ہے اور اس میں جو جج ہیں وہ آپ کے HAND PICKED ہیں خود آپ نے مفتی تقی عثمانی صاحب اور پیر کرم شاہ صاحب اور ملک غلام علی صاحب کو چن کر رکھا ہے ان کے فہم پر ان کی دین داری پر اور ان کے خلوص پر ان کے علم پر آپ کو اعتماد ہے کہ نہیں؟ کہا ہاں ہے! تو میں نے کہا کہ پھر ان کے ہاتھ کیوں

باندھ دیئے؟۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔ غلام احمد پرویز زندہ ہے اسی نے بنوائے یہ قوانین فیلڈ مارشل ایوب خان سے، وہ بھی عدالت میں آ کر ثابت کردے کہ یہ خلاف اسلام نہیں ہے میں خوش میرا خدا خوش۔ کہنے لگے پھر یہ خواتین کو کون مطمئن کرے گا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کی سوچ کا یہی معیار ہے تو پھر میرا استعفاء حاضر ہے میں آپ کے ساتھ آپ کی شوریٰ میں نہیں بیٹھ سکتا۔

بہر حال اِس وقت ملک کے اندر یہ صورتحال ہے اس کا نتیجہ کیا ہے بہت سخت بات کہہ رہا ہوں کہ پاکستان اپنا جواز کھو رہا ہے ہر چیز کے لئے وجہ جواز ہوتی ہے آپ کی نوجوان نسل پوچھتی ہے کہ کس لئے بنا تھا پاکستان؟ بلکہ حال ہی میں میری تقریر ہوئی تھی کنونشن سنٹر اسلام آباد میں وہاں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے واقعہ سنایا میں واقعتاً متاثر ہوا فاروق حسن بارایٹ لاء ہیں جن کے مضامین اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں وہ انڈیا گئے تھے کوئی ججوں کی کانفرنس تھی، کہنے لگے وہاں جتنے سوال مجھ سے ہوئے میں نے ان سب کے جوابات دے دیئے کچھ نوجوانوں نے ایک سوال کیا جس کا میرے پاس جواب نہیں تھا کہ آپ ہمیں یہ بتایئے پاکستان میں کیا ہے جو یہاں نہیں ہے پھر کیوں بنایا پاکستان؟ بلکہ انہوں نے تو جاگیرداری پہلے دن ختم کردی تھی لیکن اسلام کی کونسی بات ہم نے اختیار کی ہے جو بھارت میں نہیں ہے مسجدیں تو وہاں بھی ہیں مدرسے وہاں بھی ہیں دارالعلوم دیوبند اب بھی چل رہا ہے مظاہر العلوم اب بھی چل رہا ہے مسجدیں تعمیر ہورہی ہیں سب کچھ ہورہا ہے ہاں اسلام دین کی حیثیت سے نہیں ہے مذہب کی حیثیت سے ہے ہم نے دین کی حیثیت سے اسلام کو نافذ کرنے کیلئے پاکستان لیا تھا یہاں مذہب کی حیثیت سے رہ گیا ہے یہ جو میں نے آپ سے کہا ہے کہ ''پاکستان اپنا جواز کھو رہا ہے'' ایک انگریزی کا لفظ جو آپ پڑھتے ہوں گے REASON DE ATREY یہ دراصل فرینچ لفظ ہے یعنی کسی چیز کے وجود کا جواز' PAKISTAN IS LOSEING HIS REASON DE ATREY ۔ ردِّ جواز کیوں پاکستان WHY PAKISTAN؟ اور یہ مثبت اساس تو ہم نے قائم کی ہی نہیں اب منفی بھی ختم ہورہی ہے اب امریکہ کا دباؤ ہے دوستی کرو دبو دبو دبو لچکو لچکو اور لچکو DO MORE DO MORE اب ہماری دوستی کی باتیں ہورہی ہیں وہاں سے طائفے چلے آتے ہیں وہاں سے

وفد چلے آتے ہیں یہاں سے جارہے ہیں مشرقی پنجاب کا وزیراعلی دودفعہ لاہور میں آکر یہ کہہ گیاہے کہ یہ لکیر کاہے کے لئے ہے مٹاؤ اس کو مشرقی پنجاب اور یہ مغربی پنجاب تو ایک ہی تھے ایک ہی رہنے چاہئیں' کیسے جرأت ہوئی اس کو یہ کہنے کی۔ پاکستان کی سرزمین پر اور پاکستان مٹانے کی بات کررہاہے۔L.K.ADWANI کراچی آیا تھا ذرا پھول تو جا کر چڑھا دیئے قائد کی قبر پر اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اب کنفڈریشن قائم ہوجانی چاہیے۔ اب یہ ہیں قصے یہ جو NORMALIZATION ہورہی ہے اگر ہم نے اپنی نظریاتی اساس کو پختہ کرلیا ہوتا تو یہ بہت اچھی بات تھی میل جول آمدورفت انسانی محبت انسانی سطح پر آپس کے تعلقات اچھے ہونا اچھی بات ہے بری بات تو نہیں ہے لیکن اس حال میں کہ ہماری نظریاتی اساس پختہ نہیں ہے وہ تو ہمیں کھینچ کرلے جائیں گے ان کی تہذیب کا ہمارے اوپر جو سیلاب آرہاہے ٹی وی کے ذریعے اور ان کی فلموں اور وڈیوز کے ذریعے بھی جو کچھ ہورہاہے آپ کو معلوم ہے' سونیا گاندھی نے کئی سال پہلے کہہ دیا تھا WE HAVE ALREADY CONQUERED PAKISTAN CULTURALY GO AND SEE THE VIDEO SHOPS OF KARACHI THEY ARE FULL OF INDIAN VIDEO FILMS

یہ سارا کچھ ہے اب اس کا حل کیا ہے یہ آخری بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں بلکہ اس سے پہلے یہ کہ یہ جو میں نے کہا تھا کہ جواز ختم ہو چکا ہے نتیجہ کیا ہے 1992 میں ایک کتاب لکھی گئی تھی امریکہ میں TWIN YEARS OF PAKISTAN اور لکھنے والا کوئی ہندو نہیں تھا کوئی یہودی نہیں تھا مسلمان تھا ''ابوالمعالی سید'' جو بہار میں پیدا ہوئے تھے عین PARTITION کے وقت پھر اپنے والدین کے ساتھ مشرقی پاکستان چلے گئے تھے اور پھر آئے مغربی پاکستان یہاں سے ایم اے کیا پھر کئی Ph.Ds کیں جا کر۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عنقریب پاکستان کے چھ ٹکڑے ہو جائیں گے نقشہ بنا دیا۔ اور RAND CORPORATION کہہ رہی ہے 2020 میں پاکستان کے نام سے دنیا میں کوئی ملک نہیں ہوگا۔ ع ''سن تو سہی جہاں میں تیرا فسانہ کیا ہے'' کیوں کہ رہے ہیں کس لئے کہہ رہے ہیں؟ ہماری کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کونڈولیزا رائس بھارت بھی گئی اور پاکستان بھی آئی اور واپس جا کر کہتی ہے کہ پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ ہم اور بھارت یعنی امریکہ

اور بھارت مل کر کریں گے THEY HAVE TO DECIDE IT اور آسمانِ امریکہ سے جو نیا نقشہ نازل ہوا ہے THE NEW MAP OF MIDDLE EAST اس میں پاکستان کے کئی ٹکڑے دکھا دیئے ہیں ایک یہ کہ بلوچستان آزاد ہوگا پاکستان کی پختون بیلٹ جو ہے وہ افغانستان کو دے دی جائے گی اگر وہاں واقعتاً افغان نیشنلزم پروان چڑھ گیا اور اس نے وہاں اپنی جڑیں گہری کر لیں اور اگر وہاں طالبان اور علماء کا معاملہ کمزور پڑ گیا تو پھر کیا ہوگا وہ کہیں گے کہ یہ ہمارا حصہ ہے ڈیورنڈ لائن کس بلا کا نام ہے یہ پختونستان کا حصہ ہے یہ سارا کچھ اس نقشے میں دکھا دیا گیا ہے TOTAL PAKHTOON BELT TO AFGHANISTAN بہرحال بچاؤ کا راستہ صرف ایک ہے ''توبہ''! پلٹو اللہ کی طرف فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَکُمْ مِنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ میں خبردار کر رہا ہوں میں نبی نہیں ہوں معاذ اللہ لیکن میں قرآن مجید کا طالب علم ہوں میں قرآن مجید کی روشنی میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

ع ''تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں''۔

اور ظاہر بات ہے کہ جب ہم نے یہاں اسلام نافذ نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں سزا دی اور پہلے ملک دولخت ہوگیا مشرقی پاکستان علیحدہ ہوگیا اور بنگلہ دیش بن گیا اس نے اپنے ماتھے پر سے مشرقی پاکستان کا لیبل اتار کر خلیج بنگال میں جھونک دیا۔ حالانکہ سوچیے! دنیا میں بہت سے ملک تقسیم شدہ حالت میں کتنے عرصہ تک رہے ہیں دو جرمنی رہے ایسٹ جرمنی اور ویسٹ جرمنی کسی نے اپنا نام جرمنی چھوڑا؟ نارتھ ویتنام ساؤتھ ویتنام، ساؤتھ کوریا اور نارتھ کوریا، نارتھ یمن ساؤتھ یمن وغیرہ کسی نے اپنا نام نہیں چھوڑا پاکستان دو ٹکڑے ہوا تو ایک ٹکڑے نے اپنا نام ختم کر دیا۔ اس لئے کہ نظریہ کے علاوہ کوئی بنیاد ہے ہی نہیں اور پاکستان کی ابھی کوئی مارکیٹ ویلیو ہی نہیں تھی کوئی GOODWILL تھی ہی نہیں۔ بہرحال سب سے پہلے ہم دعا کریں کہ جن ہاتھوں میں اس وقت ملک کی تقدیر آ گئی ہے اللہ ان کے دلوں کو بدل دے۔ میں نے حدیث آپ کو سنائی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''تمام انسانوں کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے مابین ہیں اللہ جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے'' کاش انہیں معلوم ہو جائے کہ اس پاکستان کا وجود بغیر اسلام کے ممکن نہیں ہے اس کی کوئی اور بنیاد ہی نہیں ہے سوائے اسلام کے IT'S A BASELESS

COUNTRY ہاں ایک نظریئے کی بنیاد پر ہے وہ نظریہ قوی ہو جائے تو اس سے زیادہ قوت بخش شئے کوئی نہیں ہے کاش اللہ توفیق دے دے خاص کر MMA کی قیادت کو۔ پتا نہیں کتنے دن ان اسمبلیوں کے باقی رہ گئے ہیں کیا ہوتا ہے اسمبلیاں ختم ہوتی ہیں یا ELECTION POSTPONE ہوتا ہے واللہ اعلم۔ لیکن جو موقع ملا ہوا ہے اسمیں ہمارے پاکستان کے دستور کے اندر جو چور دروازے ہیں کہ اسلام ہے بھی اور نہیں بھی ہے ہر چند کہیں کے ہے نہیں ہے EFFECTIVE نہیں ہے چور دروازے ہیں ان چور دروازوں کو بند کر دیا جائے۔ میں نے اس کے لئے متعدد تحریکیں چلائیں خاص طور پر چونکہ مسلم لیگ کو جب 1997 کے الیکشن کے بعد ایک بہت بڑا مینڈیٹ مل گیا تھا تو میں نے خط لکھا تھا میاں محمد شریف صاحب کو پھر وہ اپنے تینوں بیٹوں نواز شریف شہباز شریف اور عباس شریف کو لے کر میرے پاس آ گئے تھے میں نے ان کے سامنے رکھا کہ اب دستور میں ترمیم کروانھوں نے مانا کہ ہاں کریں گے، لیکن کچھ نہیں ہوا وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ اس کے بعد بھی اسے چھاپا ہے کوئی دینی جماعت لے کر کھڑی ہو جائے اسمبلی میں آئے تو صحیح پھر ہم پاؤں پکڑیں گے اسمبلی والوں کے کہ خدا کے لئے اسلام کے لئے کام کرو پارٹی ازم BASES کے اوپر اس کے بارے میں غور نہ کرو یہ اس ملک کا مسئلہ ہے لیکن کوئی بھی اس کام کو کرنے کو تیار نہیں۔ اور خاص دعا یہ ہے کہ تمام دینی جماعتوں کو اللہ ایک توفیق دیدے میرے نزدیک اس ملک میں اسلام کے نہ آنے میں ایک بہت بڑا دخل اس کا ہے کہ مذہبی جماعتیں POWER POLITICS میں آ گئیں کہ ہم الیکشن لڑیں گے ہم حکومت بنائیں گے ان کا کام یہ ہے کہ عوام کو دین کی تلقین بھی کریں اور حکومت سے مطالبہ بھی کریں جیسا کہ قرارداد مقاصد کا مطالبہ سب نے مل کر کیا تھا اس کو لے کر سامنے تو ایک شخص آیا تھا سید ابوالاعلی مودودی مرحوم لیکن چونکہ وہ اس وقت پولیٹیکل پارٹی نہیں تھے سب نے ساتھ دیا مسلم لیگیوں نے ساتھ دیا اور قرارداد مقاصد پاس ہو گئی پھر جو 31 علماء نے دیئے تھے ان کو لے کر چلتے نافذ کرو دستور بناؤ لیکن انتخابات کے راستے میں آ کر تو ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ ہے اب اسلام ایک پارٹی ایشو بن گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کاش کہ اب بھی دینی جماعتوں کو ہوش آ جائے کہ اس POWER POLITICS میں کچھ حاصل نہیں ہے ابھی یہ MMA کی تاریخ میں دیکھ

لیں کیا حاصل ہوا ہے؟ حالانکہ اتنی بڑی کامیابی جو اس وقت مل گئی تھی اب اس کا کوئی امکان نہیں ہے وہ تو چونکہ طالبان کا جو خون تھا اس کی برکات تھیں اس کے لئے چونکہ آواز اٹھائی گئی تھی اس کے لئے ایک متحدہ محاذ بنایا گیا تھا اس کا ایک اثر تھا باقی اللہ جانے۔ اور اگر ایک صوبے یا ڈیڑھ صوبے کے اندر کامیابی حاصل ہو بھی جائے تو بھی کچھ کر تو نہیں سکتے۔ اور آخیر میں گزارش یہ ہے کہ آپ اور میں مل کر توبہ کریں ایک ایک شخص ایک ایک مسلمان توبہ کرے اس توبہ کا ایک ELEMENT یہ ہوگا کہ میری معیشت یا معاش میں اگر کوئی چیز حرام ہے تو اس کو میں ختم کرتا ہوں ورنہ نہیں! اگر یہ کام نہیں کر سکتے اور پھر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام آجائے تو آپ خود منافق ہیں پہلے اپنی اصلاح کیجیے پہلے اسلام اپنے اوپر نافذ کیجیے اپنی معاشرت! شرعی پردہ نافذ ہے گھر میں یا نہیں؟ آپ بے حیائی اور عریانی کے خلاف مظاہرے کریں اور گھر میں شرعی پردہ نہ ہو لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَاتَفعَلُونَ آپ کے کاروبار میں سود کا عمل دخل ہے آپ اس مکان میں رہ رہے ہیں جو سودی قرضے پر آپ نے بنایا ہے اسے بیچیں، قرضہ PAY OFF کریں کسی جھونپڑی کے اندر رہیں اگر تو شریعت کے اوپر چلنا ہے۔ اور یہ کام کر کے اس کے بعد بنیان مرصوص بن جائیں ایک جماعت ایک شخص سے بیعت۔ طاہر خاکوانی صاحب نے یہ الفاظ کئی مرتبہ کہے تھے ''بیعت سمع وطاعت فی المعروف'' وہ کیا ہے؟ ہم نے تنظیم اسلامی جو بنائی ہے وہ ان اصولوں پر نہیں ہے جو آج کے دور میں دنیا میں چلتے ہیں یہ ممبر ہیں اور یہ ممبر امیر چنیں گے اور چار سال کے بعد دوبارہ انتخاب ہوگا قرآن میں کہیں ذکر ہے اس کا؟ شریعت میں کہیں ذکر ہے؟ قرآن میں کہیں ذکر ہے؟ حدیث یا سیرت میں کہیں ذکر ہے؟ تیرہ سو برس کی مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے ایک ہی چیز کا ذکر ہے بیعت بیعت، بیعت عقبۂ اولی بیعت عقبۂ ثانیہ بیعت رضوان بیعت جہاد

نَحنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا   عَلَى الجِهَادِ مَا بَقِينَا اَبَدًا

اور بیعت کیا ہے؟ ایک شخص سے بیعت کرے کہ ہم اس کا حکم مانیں گے مشورہ ضرور دیں گے لیکن جو فیصلہ آپ کا ہوگا اس پر عمل کریں گے۔ ہم نے تنظیم قائم کی ہے اللہ کے فضل سے بیعت کے اصول کو ہم نے زندہ کیا ہے۔ لیکن میں آپ سے کہوں گا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ اس ملک

میں اسلامی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا اس پر فرض ہے اب اس کے لئے تلاش کرے کونسی بہترین جماعت ہے کیا اصول ہیں کیا METHODOLOGY ہے کیا نظام ہے وہ جماعتوں میں تلاش کرے جس جماعت پر دل ٹھک جائے شامل ہو جائیں کوئی شخص بھی اس جدوجہد سے فارغ نہ رہے بہرحال ہم نے بھی جماعت قائم کی ہے تنظیم اسلامی۔ تحریک، تحریک خلافت ہے تنظیم، تنظیم اسلامی ہے جیسے تحریک پاکستان جس پر اتنی لمبی گفتگو میں نے کی ہے تنظیم کا نام مسلم لیگ جو 1906 میں قائم ہوئی اس اعتبار سے تنظیم اسلامی جماعت ہے بیعت کی بنیاد پر ہے اور پہلا عہد اللہ سے ہے اے اللہ ہر وہ شے چھوڑ دوں گا جو تجھے ناپسند ہے اور تیرے دین کے غلبے کے لئے تن من دھن خرچ کروں گا اور پھر جماعت کے امیر سے بیعت کہ اس سلسلے میں جو حکم آپ دیں گے وہ میں مانوں گا عمل کروں گا ہاں اپنی رائے ضرور دوں گا۔ تو اس کو قبول کیجیے اور اس میں شامل ہوں اللہ آپ کو اس کی ہمت دے اور اگر ایسا نہ ہوا خدانخواستہ تو آخر میں آپ کو سورۃ الاعراف کی ایک آیت سنا رہا ہوں ایک بڑے پہنچے ہوئے بزرگ بہت زاہد اور عابد انسان کا معاملہ وہاں آیا ہے بلعم بن باعوراء جس کا نام تو قرآن میں نہیں ہے بہت نیک اور صاحب کرامات بزرگ تھا قرآن کہتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِیٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا ''اے نبی ذرا انہیں اس شخص کی خبر سنا دیجیے جس کو ہم نے اپنی آیات اور کرامات عطا کی تھیں'' آیات نبی کے لئے معجزہ اور آیات غیر نبی کے لئے کرامات۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا ''وہ نکل بھاگا'' وہ ایک عورت کے چکر میں پھنس گیا اور اس کا سارا زہد اور تقویٰ ختم ہو گیا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ ''تو پھر شیطان ان کے پیچھے لگ گیا'' فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''اور وہ انتہائی گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا'' وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا ''اور اگر ہم چاہتے تو اسے اور بلندی دیتے اور اور ترقّع عطا کرتے'' وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ''لیکن وہ تو زمین ہی کے اندر دھنستا چلا گیا'' زمینی خواہشات، زمینی تقاضے، زمینی امنگیں، سفلی مقاصد۔ آگے فرمایا ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''یہی مثال اس قوم کی بھی ہے جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں''۔ کتنی بڑی نشانی تھی ہندو کی مخالفت کے علی الرغم اور انگریز کی مخالفت کے علی الرغم ماؤنٹ بیٹن پاکستان کے حق میں نہیں تھا لارڈ ایٹلی پاکستان کے حق میں نہیں تھا لارڈ ایٹلی کو قائداعظم سے دشمنی تھی اور ماؤنٹ بیٹن گاندھی کا چیلا تھا پھر پاکستان کیسے بن گیا؟

یہ اللہ کی نشانی تھی یہ ایک معجزہ تھا اور اللہ نے یہ پاکستان نازل کیا لیلۃ القدر میں، ان آیات اور کرامات کے باجود اگر تم نے اس مقصد اور نصب العین کو پیٹھ دکھادی اور وعدہ جو اللہ سے کیا تھا اس کو بھول گئے تو اس کا نتیجہ پھر یہی ہے جو بلعم بن باعوراء کا حشر ہوا تھا وہ تمہارا ہوگا۔ اللہ تعالی ہمیں اس سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم تن من دھن اسلام کے لئے وقف کریں۔ اِنَّ صَلاَتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے'' اس طریقے سے اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لئے وقف کریں اور جو میں نے راستہ بتایا ہے اگر اس پر دل ٹھک جائے تو اسے قبول کریں اور اس پر عمل کریں۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاَسْتَغْفِرُاللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

تراویح کے ساتھ مکمل قرآن مجید کا ترجمہ

قرآن اکیڈمی جھنگ

گزشتہ کئی سالوں سے رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمے کا سلسلہ جھنگ میں جاری ہے۔ 1998ء سے لیکر 2005ء کے رمضان المبارک تک یہ بابرکت سلسلہ شہر کی معروف مسجد ''مسجد عبید اللہ'' محلّہ سلطان والا میں جاری ہے جہاں تراویح کے بعد تقریباً 3 گھنٹے روزانہ کے حساب سے 29 دنوں میں ترجمہ مکمل ہوتا رہا۔

اب 2005ء سے یہ سلسلہ قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں تراویح کے ساتھ ترجمے کی صورت میں ہوتا ہے اور کامیابی سے جاری ہے۔

یہ سال شرکاء کے تاثرات موصول ہوتے ہیں اور بڑے متاثر کن اور بعض بہت جذباتی ہوتے ہیں۔ تاہم اس شمارے میں ہم آج سے 13 سال پہلے کے ایک دورہ ترجمہ قرآن کے تاثرات شائع کررہے ہیں۔ صدر انجمن خدام القرآن جھنگ اور مدیر حکمت بالغہ تراویح کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمے کی سعادت رمضان 1997ء سے حاصل ہو رہی ہے جبکہ ملتان قرآن

اکیڈمی سے منسلک تھے۔1995ء کے رمضان المبارک میں اپنی قرآن اکیڈمی لاہور میں ترجمہ القرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔اس موقع پر ندائے خلافت کے ایک شمارے میں دورہ ترجمہ القرآن کے شرکاء کے تاثرات شائع ہوئے تھے۔

اس شمارے میں ندائے خلافت بابت 7مارچ 1995ء سے وہ تاثرات ہدیہ قارئین ہیں تاکہ وہ لوگ جو ان پروگراموں میں ابھی تک شرکت نہیں سکے ان پروگراموں کی افادیت کا احساس ہواوران کے دلوں میں قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے کے عمل سے دلچسپی پیدا ہو اوراس طرح۔۔۔۔۔۔۔قرآن مجید سے وابستہ ہوکر شاید ہماری زندگیوں میں انقلاب آسکے

ے
خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے فراغ نہیں کہ تو
قرآن خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

ندائے خلافت لاہور 7مارچ 1995ء

ے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ ہی میرے دل میں تھا

دورہ ترجمہ قرآن کے شرکاء کے تاثرات

''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے میں ہم نے ملک کے دوسرے شہروں میں منعقد ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی ایک جزوی سی جھلک پیش کی تھی نیز قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد جامع القرآن کے مرکزی پروگرام کا مختصر سا تعارف پیش کیا تھا' جس کی ذمہ داری امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے شاگرد خاص انجینئر مختار حسین فاروقی بحسن وخوبی نبھارہے ہیں۔امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے یک وتنہا جس قرآنی تحریک کا آغاز

ربع صدی بیشتر کیا تھا واقعتاً اس وقت وہ تحریک اندورن ملک کے علاوہ جغرافیائی سرحدوں کی پابندیوں کوعبور کر کے یورپ اور عرب ممالک میں بھی بڑی تیزی سے فروغ پا رہی ہے۔ دورۂ ہائے ترجمہ قرآن کے پرگراموں کواس تحریک میں اہم سنگ ہائے میل قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس وقت امیر محترم مدظلہ نے دورۂ ترجمہ کے پرگراموں کو رمضان المبارک کی سعید راتوں اور نماز تراویح کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا تھا' اس وقت تک ہماری دانست کے مطابق اس نوعیت کا پروگرام کہیں اور متعارف نہیں تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس پروگرام کا اس قدر شہرہ اور پذیرائی ہوئی کہ بعد میں کچھ دوسرے حضرات نے بھی اس نوعیت کے پروگرام شروع کئے۔ بہرحال اب تنظیم اسلامی کے حلقوں میں ان پروگراموں کا عام رواج ہوگیا ہے۔

گزشتہ شمارے میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ بیشتر مقامات پر یہ پروگرام امیر محترم کے دورۂ ترجمہ قرآن کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹ کی مدد سے کئے جا رہے ہیں۔ گویا آڈیو اور ویڈیو کے ذریعے بھی یہ تحریک آگے بڑھ رہی ہے۔ ان کیسٹ کے علاوہ امیر محترم مدظلہ نے قرآن اکیڈمی (بلکہ اب اکیڈمیوں) کے ایک سالہ اور دو سالہ ''رجوع الی القرآن کورسز'' کے ذریعے ایسے نوجوانوں کی ایک ٹیم بھی تیار کر لی ہے جو اس تحریک قرآنی کو آگے بڑھا سکیں۔ محترم انجینئر مختار حسین فاروقی کو اس ٹیم کے ''کپتان'' یا سینئر ترین رفیق کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے عربی زبان اور قرآن فہمی کی بنیادی تعلیم غالباً 67ء میں براہ راست امیر محترم مدظلہ سے حاصل کی تھی، جس وقت وہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں زیر تعلیم تھے۔

یہ بات بڑے وثوق اور اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ امیر محترم کی ذات سے سب سے زیادہ علمی اکتساب محترم فاروقی صاحب نے کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امیر محترم کی طرح بڑے وثوق اور اعتماد کے ساتھ قرآن حکیم کے مفاہیم کو آشکارا کرتے ہیں۔ محترم فاروقی صاحب گزشتہ تین سال سے قرآن اکیڈمی ملتان میں دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ امسال وہ اہل لاہور کو علوم قرآنی سے فیضیاب کر رہے ہیں۔

جامع القرآن قرآن اکیڈمی کے اس مرکزی دورۂ ترجمہ قرآن کو اس سال بھی بہت پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ لاہور اور بیرون لاہور سے بہت سے احباب نے اس پرگرام سے بھر

پورا استفادہ کیا۔اس وقت رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہو چکا ہے اور جامع القرآن کے اس پروگرام کی رونق میں بلاشبہ دوگنا اضافہ ہوگیا ہے۔ہم نے دورۂ ترجمہ قرآن کے اس پروگرام کے شرکاء میں سے چند ایک سے ''ندائے خلافت'' کے لئے تاثرات حاصل کئے ہیں جو قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

محمد رشید ارشد (لاہور) امسال دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کا موقع ملا۔اس سے پہلے بھی جز وقتی شرکت کرتا رہا ہوں لیکن اس مرتبہ جم کر توجہ سے سنا تو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اب تک کتنی محرومی رہی تھی یعنی قرآن کے مفاہیم سے نا آشنائی تھی۔احساس کی ایک وجہ تو یقیناً محترم فاروقی صاحب کے بیان کی دلنشینی تھی کہ واقعتاً انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی کمی محسوس نہیں ہونے دی اور گویا حق ادا کر دیا لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ ایک سالہ کورس میں شرکت کی وجہ سے عربی زبان کی کچھ شدبد حاصل ہوگئی ہے چنانچہ جب عربی زبان سیکھنے کے بعد پورے قرآن سے گزرے تو وہی احساس واقعی طاری ہوا جو علامہ کے اس مصرعہ میں ہے ''ایں کتابے نیست چیزے دیگر است''۔کوئی صورت ممکن ہو تو اس قسم کے پروگرام عام کئے جائیں تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ قرآن کے اعجاز سے مستفید ہو سکیں' خاص طور پر آج کل کے نوجوان جو کسی فکری احساس کے نہ ہونے کی وجہ سے گم کردہ راہ ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید کو اپنا امام بنایا جائے کہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اب اسی قرآن سے تمسک کے نتیجے میں قوموں کو عروج ملے گا اور اسی کو پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں ذلت ورسوائی مقدر ہو جائے گی' جو آج کل پوری امت مسلمہ کا حال بنی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم کے حقیقی فہم کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

طاہر ربانی شاہ: دورۂ ترجمہ قرآن کی ان مجالس میں مجھے اس سال شرکت کا پہلی دفعہ موقع ملا اور میرے خیال سے کسی بھی مسلمان کے تاثرات ایسے کسی بھی روح پرور پروگرام کے متعلق انتہائی مسرت اور اللہ کے حضور تشکر پر ہی مشتمل ہو سکتے ہیں۔آج کے دور کے ہر مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ وہ خود اس نور ہدایت سے بیگانہ اور غافل ہو چکا ہے جسے اس کو اپنی زندگی کے علاوہ دوسروں کی زندگی کا بھی چراغ بنانے کا فریضہ سونپا گیا ہے۔آج جبکہ مغرب میں لوگ

دوبارہ مذہب کی طرف لوٹ رہے ہیں اور مادہ پرستی کا سراب اپنی حقیقت آشکارا کر چکا ہے ہم مسلمان ان کے اس تجربے سے سبق سیکھنے کی بجائے خود انہی کی غلطیوں کو قابل تقلید سمجھ رہے ہیں مغرب نے وحی اور مذہب کے انکار سے ہدایت کے چراغ کو گل کر دیا اور ہم نے اس کی موجودگی کو اپنی آنکھیں بند کر کے غیر موجودگی کے برابر کر دیا ہے۔ آج ہمارے دلوں میں قرآن کا جس قدر رسمی احترام موجود ہے اسی قدر قرآنی تعلیمات سے حقیقی آگاہی اور ان پر واقعی عمل کرنے کی کوشش مفقود ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے اہتمام سے لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے آگاہی ہوتی ہے اور انسان مطلوب کا صحیح نقشہ جو نگاہوں سے اوجھل ہے، سامنے آجاتا ہے۔

مختار حسین فاروقی صاحب نے جس خوبصورتی اور تن دہی سے قرآن کو عام فہم اور سہل زبان میں پیش کیا، وہ قابل تحسین ہے۔ ان کی ذاتی خصوصیات کے علاوہ ان کے انداز بیان میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا رنگ بھی موجود ہے اور یوں ان کا دو آتشہ انداز تقریر سامعین کو مسحور کئے رکھتا ہے مسلسل پانچ چھ گھنٹے تک اس ذمہ داری کی ادائیگی جس قدر کٹھن ہوتی ہے اس کا اندازہ ہر انسان بآسانی کر سکتا ہے لیکن فاروقی صاحب نے اپنی تمام توانائیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ذمہ داری کو بڑے ہی احسن طریقے سے انجام دیا ہے۔ دعا ہے کہ خدا انہیں اس خدمت قرآن پر دنیا اور آخرت میں اجر عطا فرمائے! آمین!

آج کے دور میں قرآن مجید کی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچانے اور انہیں عمل پر آمادہ کرنے کے لئے جس کوشش کی ضرورت ہے، دورۂ ترجمہ قرآن اس کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ ان مساعی میں اپنے فضل سے مزید اضافہ فرمائے اور برکت ڈالے، اس بار کے شرکاء کو خصوصی طور پر اور مسلمانان عالم کو عمومی طور پر قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں! آمین!

جناب الطاف توفیق: (جناب الطاف توفیق امریکہ سے حصول علم کی خاطر ایک سال کے لئے پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ وہ معاشیات میں اعلیٰ تعلیمی ڈگری کے حامل ہیں آج کل قرآن کالج میں ایک سالہ ''رجوع الی القرآن کورس'' کی تکمیل کر رہے ہیں) میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اتنا بھرپور، مصروف اور نتیجہ خیز رمضان گزارا ہے۔ یہ نتیجہ خیزی دو اعتبارات سے ہے

'ایک علمی اور دوسرے روحانی' ہر دو اعتبارات سے دورۂ ترجمہ قرآن کا یہ پروگرام انتہائی معاون رہا چار رکعت میں قرآن کریم کا جو حصہ پڑھا جانا ہوتا ہے پہلے اس حصے میں موجود علوم و معارف کے بڑے بڑے خزانے ترجمہ قرآن اور مختصر تفسیر کے ذریعے سامنے آتے ہیں جبکہ نماز تراویح میں کھڑے ہو کر اسی حصے کی تلاوت روح کے تخذیہ کا باعث بنتی ہے۔اس پروگرام سے استفادہ کرنے کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں۔ایک وجہ تو یہ ہے کہ میں نے بنیادی عربی گرائمر سے کسی قدر واقفیت بہم پہنچا لی ہے' جو دورۂ ترجمہ قرآن میں میری معاونت کر رہی ہے دوسری وجہ یہ ہے دورۂ ترجمہ قرآن کے اس پروگرام کے دوران عربی قواعد کے انطباق نے اس افادیت میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔

محترم فاروقی صاحب ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختصر تفسیر بھی بیان کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ اس میں ان کی ذاتی رائے اور مطالعہ کردہ تفاسیر کا نچوڑ ہوتا ہے۔ان کے اس علمی انداز میں میرے لئے خاص بات یہ ہے کہ اگر ان کی کسی رائے سے اتفاق نہ بھی کیا جا سکے تب بھی ان کی علمی تحقیق ہمیں مزید غور و فکر اور مطالعہ پر مجبور کرتی ہے گویا اس پروگرام میں ہمیں حصول علم کی ترغیب بھی مل رہی ہے اور علوم قرآنی کے افشاء کا جذبہ بھی موجزن ہو رہا ہے۔اس تجربہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر مسلمان کو کم از کم زندگی میں ایک رمضان اس نوعیت کا ضرور گزارنا چاہئے۔آخر میں فاروقی صاحب کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح صبر و استقامت اور اعتماد و وثوق کے ساتھ اس کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

مصطفیٰ رمضان (وہاڑی) ماہ صیام اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کو لئے ہوئے اختتام کی طرف رواں دواں ہے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس کی رحمتوں اور برکتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے کیونکہ اس کے اندر عالم امر اور عالم خلق دونوں پنہاں ہیں۔ہمارے مادی جسم کا تعلق عالم خلق سے ہے جس کی ضروریات ہم زمین سے پوری کرتے ہیں جبکہ ہمارے روحانی وجود کا تعلق عالم امر سے ہے۔لہذا اس کی غذا بھی عالم بالا سے حاصل ہوتی ہے۔قرآن حکیم کا تعلق بھی عالم امر سے لہذا روح کی غذا کے لئے قرآن کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں۔بقول اقبال

ے تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

میری ذاتی زندگی میں اس سے قبل کئی رمضان المبارک گزر چکے ہیں مگر یہ رمضان المبارک میرے لئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے نزول کتاب کے اس ماہ مبارک میں، دین اسلام کی حقیقتوں سے آگہی حاصل ہوئی۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے اس پروگرام نے میری زندگی کی ترجیحات کے تعین میں انقلاب آفریں کردار ادا کیا ہے زندگی میں ترجیحات کے تعین کا یہ انقلاب اللہ کی توفیق سے ہی برپا ہوا ہے تاہم ایک مردمومن جو کہ قرآن کے مفاہیم کو اس انداز اور اعتماد سے بیان کرتا ہے کہ قرآن کی تصریف آیات کا حق ادا کر دیتا ہے میری مراد جناب انجینئر مختار حسین فاروقی ہیں، کے درد دل اور خلوص کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

بقول اقبال ''جو دل سے بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے''

میں اس کے قبل بھی قرآن اکیڈمی ملتان میں منعقدہ ۳۰ روزہ قرآنی ورکشاپ میں ان سے فیض یاب ہو چکا ہوں۔ آخر میں یہ بات عرض کروں گا کہ یہ بات انتہائی اطمینان بخش ہے کہ فاروقی صاحب کو سننے والے امیر محترم مدظلہ کی عدم موجودگی کا اتنا شدید احساس نہیں رکھتے جس کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور محترم فاروقی صاحب کے لئے دعا گو ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ انہیں علوم قرآنی کے افشاء کی توفیق مزید اور ہمت عطا فرمائے۔

ریاض اسماعیل (لاہور) رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں قرآن کے ساتھ قیام اللیل کا جو آغاز دس گیارہ سال قبل امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے کیا تھا، رفتہ رفتہ وہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان کے گوشے گوشے سے خبریں آ رہی ہیں کہ دورۂ ترجمہ قرآن پورے ذوق وشوق کے ساتھ کئی مقامات پر جاری ہے۔ بیک وقت شروع ہونے والی تراجم کی ان محفلوں میں مرکزی حیثیت آج بھی قرآن اکیڈمی لاہور کو ہی حاصل ہے۔ گویا جہاں سے اس روح پرور پروگرام کا آغاز آج سے گیارہ سال قبل ہوا تھا آج بھی پاکستان میں سب سے بڑا اجتماع اسی جگہ ہو رہا ہے۔ اس بار دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت ڈاکٹر صاحب کے شاگرد رشید اور حلقہ جنوبی پنجاب کے ناظم انجینئر مختار حسین فاروقی حاصل کر رہے ہیں۔

فاروقی صاحب تنظیم اسلامی کی ''فرنٹ لائن'' کے وہ مجاہد ہیں جو جملہ تربیتی مراحل طے کرنے کے بعد دعوتی وتدریسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جونیئر ساتھیوں کی تربیت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ترجمہ کے دوران ان کا زور بیان اورطرز استدلال اس قدر جامع اور پرکشش ہے کہ راقم نے کئی احباب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ موصوف ہو بہو ڈاکٹر صاحب کی تصویر ہیں۔ مسلسل پانچ چھ گھنٹے کی نشست میں شروع سے آخر تک ایک ہی رفتار برقرار رکھنا اور روانی اس قدر کہ رات کے آخری حصہ میں بھی یوں لگتا ہے کہ جیسے فاروقی صاحب ابھی ابھی تازہ دم ہو کر بیٹھے ہیں۔ترجمے سے مستفید ہونے والے احباب جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے کو ہمہ وقت ترجمہ کی دلکشی اور اثر آفرینی کا اسیر بنائے رکھتے ہیں۔گویا یہ قرآن کی وہ قوت تسخیر ہے کہ جو اس کو اپنا امام بناتا ہے یہ اسے اپنے ساتھ پیوست کر لیتا ہے۔

دعوت رجوع الی القرآن کی اس ملک گیر تحریک کو اللہ تعالیٰ نے جو کامیابی عطا فرمائی ہے وہ اسی کا کرم ہے کہ شمع توحید کے ہزاروں پروانے قرآنی علوم کی طرف راغب ہیں۔اب جبکہ رمضان کا آخری عشرہ بھی شروع ہو چکا ہے اورقرآن اکیڈمی میں اعتکاف کی غرض سے ملک کے کئی علاقوں سے آنے والے افراد بھی اس دورۂ ترجمہ قرآن میں شامل ہو چکے ہیں تو نورایمان اور علوم قرآنی کی بارش کا یہ روح پرور منظر جو قرآن اکیڈمی میں جاری ہے اس کی لذت کو قریب سے دیکھ کر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے رفقاء تنظیم اسلامی اور دیگر وابستگان کا یہ عزم کہ ان کے نزدیک انفرادی سطح پر رضائے الٰہی کا حصول اورنجات اخروی ہے جبکہ اجتماعی سطح پر اقامت دین اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ان ہداف کے حصول کے لئے قرآن کے ساتھ قیام اللیل کا یہ پروگرام روح کی غذا کی حیثیت رکھتا ہے۔جس سے ہزاروں لوگ ملک بھر میں اپنے دلوں کو شمشیر قرآنی سے مسلح کرنے میں مصروف ہیں وہ دن دور نہیں جب مستقبل کا مورخ ہاتھ میں قلم اٹھائے یہ سوچ رہا ہوگا کہ اقبال نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو جو امید جان فزا دی تھی، اس کی عملی صورت کے حصول کے لئے کون لوگ سامنے آئے۔ بقول اقبال ''یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے'' کے مصداق تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام دعوت رجوع الی القرآن کی تحریک اب ایک تن آور درخت بن چکی ہے گویا نظری سطح پر اب یہ چمن نغمۂ توحید سے معمور ہونے کو ہے، اللہ ہمیں توفیق دے کہ

نورتوحید کا اتمام نظام عدل اجتماعی کے قیام کی شکل میں بھی ہمارے ہاتھوں ہوجائے۔

آخر میں تراویح کے دوران ان دو حافظ صاحبان کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی کہ جن کی قراءت اور خوش الحانی سننے والوں کے دلوں پر وجد کی کفیت طاری کر دیتی ہے یہ دونوں صاحبان یقیناً تعریف وتحسین کے مستحق ہیں۔

عبدالمتین مجاہد: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ایک بار پھر ہماری زندگیوں میں رمضان المبارک کی سعید ساعتیں نصیب فرمائی ہیں۔اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ اللہ کے کچھ بندے اس مادی دور میں جبکہ ہر شخص حصول دنیا میں جتا ہوا ہے،فکرِ آخرت سے سرشار ہوکراپنے اللہ کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہیں اوراس کے پیغام کو عام کرنے میں کوشاں ہیں

قرآن حکیم کے ساتھ محض روحانی تعلق بھی اہمیت اور فائدے سے خالی نہیں ہے لیکن اصل اہمیت تو اس کی افہام وتفہیم کی ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے کمزور انسان کو بھی توفیق دی ہے کہ وہ رمضان کی راتیں قرآن اور صلوٰۃِ تراویح کے ساتھ بسر کرے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت دوسری بار عطا فرمائی ہے کہ میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں شریک رہا۔دونوں بار یہ موقع اللہ نے پاکستان کے دل شہر لاہور میں قرآن اکیڈمی کی مسجد جامع القرآن میں نصیب فرمایا ہے۔ محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے جس خوبصورت اور واضح انداز کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کی ذمہ داری نبھائی ہے اس کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔قرآن حکیم کے بعض مقامات کی تشریح کا جس طرح فاروقی صاحب نے حق ادا کیا ہے اس انداز میں اس سے قبل میرے سامنے یہ حقائق نہیں آئے تھے۔ماشاءاللہ وہ عہد حاضر کے انسان کی فکراور مسائل سے قریب ہوکر قرآن حکیم کی تشریح فرماتے ہیں۔

میرا عملی تعلق تنظیم اسلامی سے نہیں ہے تاہم یہ حقیقت مجھ پر واضح ہے کہ ماہِ صیام کی اصل عبادت تو یہ ہے جو محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے متعارف کرائی ہے ان کے رفقاء واقعی مبارک باد کے قابل ہیں کہ وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور راتیں قرآن کے اسرار ورموز سمجھنے سمجھانے میں بسر کرتے ہیں۔واقعتاً محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے رفقاء کا قرآن کے ساتھ ایک زندہ تعلق

قائم کر دیا ہے۔

محترم فاروقی صاحب کی ہمت کو داد دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ انہوں مہینہ بھر پانچ چھ گھنٹے کا بھاری بھرکم پروگرام کس احسن انداز میں نبھایا ہے یہاں یہ بات ضمناً عرض کر رہا ہوں کہ محترم فاروقی صاحب تو ماشاءاللہ جوان ہیں اور ابھی جسم وجان کی بیشتر توانائیاں محفوظ ہیں۔ چونکہ گزشتہ رمضان المبارک میں راقم کو محترم ڈاکٹر صاحب کے دورۂ ترجمہ قرآن میں بھی شرکت کا موقع ملا ہے لہٰذا قابل رشک بات تو یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب اپنی پیرانہ سالی اور صحت کی عدم موافقت کے باوجود سالہا سال سے یہ بھاری بھرکم پروگرام نبھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ مجھ جیسے ناکارہ کی عمر اور صحت بھی محترم ڈاکٹر صاحب کو لگ جائے۔آمین!

افتخار احمد (مظفر آباد) رمضان رحمتوں، برکتوں اور مغفرت کا مہینہ ہے حضور ﷺ کے ایک ارشاد گرامی کے مطابق جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے، اور جو رمضان کی راتوں میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کفیت کے ساتھ اس کی بھی تمام سابقہ خطائیں معاف کر دی گئیں۔ دن کے روزے کا اہتمام انفرادی سطح پر ممکن ہے لیکن راتوں کو قرآن کے ساتھ کھڑا ہونا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے۔ شاید صلوٰۃ تراویح کا با جماعت اہتمام اسی حکمت کے پیش نظر ہو۔ یہ بات تو ہر شخص کے مشاہدے کی ہے کہ رمضان المبارک میں قرآن حکیم جس برق رفتاری کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اس سے نزول قرآن کا مقصود یعنی انسانیت کی رہنمائی و ہدایت حاصل نہیں ہو پاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کو اس انداز میں پڑھنا بھی قرآن کی توہین ہے ،جس کا ارتکاب قراء کی اکثریت سے ہو رہا ہے۔

قرآن اکیڈمی کی مسجد جامع القرآن کا دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام اس اعتبار سے مفرد حیثیت کا حامل ہے کہ اس سے ''تذکر بالقرآن'' تو ہر ذہنی سطح کے شخص کے لئے ہو جاتا ہے، رہا معاملہ گہرے علمی مضامین کا تو اہل علم وفکر کے لئے اختصار کے ساتھ اس کا اہتمام بھی محترم فاروقی صاحب کرتے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر دورۂ ترجمہ قرآن کے ذریعے اپنے من میں پلنے اور

بڑھنے والے گمراہ کن افکار ونظریات کی بیخ کنی کا موقع ملا ہے۔اس کے علاوہ دورۂ ترجمہ کے پروگرام کے دوران اس بات پر شدید ندامت اور احساس محرومی بھی ہوا کہ قرآن حکیم جیسی ہمہ جہت اور مرقع علم وہدایت کتاب ہمارے پاس موجود رہی اور ہم نے اب تک اس سے بے اعتنائی برتی۔ بہرحال اب تلافی مافات اسی میں ہے کہ اپنی آئندہ زندگی کو اس قرآن کے سیکھنے اور سکھانے میں کھپایا جائے۔آخر میں محترم فاروقی صاحب کے انداز بیان اور ہمت کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔دعا ہے کہ ''اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ''

طاہر مختار بٹ (لاہور) آج سے تقریباً گیارہ سال پہلے جب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے قرآن کے ساتھ قیام اللیل کا پروگرام متعارف کرایا تھا تو اہل لاہور کے لئے یہ ایک بالکل نئی بات تھی۔لیکن دیکھتے ہی دیکھتے تمام مکاتب فکر کے لوگ اس میں شامل ہوئے اور قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن میں رمضان المبارک کی راتوں کو ایک عجیب قرآنی وروحانی سماں بندھ جایا کرتا تھا۔ الحمدللہ جس کام کا آغاز ایک فرد نے کیا تھا اب وہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

وہ شخص جس نے اپنی زندگی کی بہترین وبیشتر صلاحتیں قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے میں کھپائیں وہ جب ماہ رمضان کی راتوں میں مفاہیم قرآن کا دریا بہاتا تو بہت سے پیاسے اس سے اپنی علمی وروحانی پیاس بجھایا کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دور میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ایسے ہی ہے جیسے صحرا میں چشمہ پھوٹ پڑے اور لوگ اس کے گرد زندگی کے لئے اکھٹے ہو جائیں۔دورۂ ترجمہ قرآن کے اس پروگرام سے بے شمار لوگوں کا تعلق قرآن کے ساتھ مضبوط ہوا ہے۔جو لوگ اقامت دین کی جدوجہد سے وابستہ ہیں ان کے لئے یہ سالانہ ریفریشر کورس ہے تا کہ وہ اپنے ٹارگٹ کے حصول کے لئے اپنے قدم تیز کریں۔اور اس راستے میں آنے والے مصائب وشدائد کا شعور حاصل کریں۔

سلمان بن مہران الاعمش کوفیؒ نے اپنے استاد عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ہم میں سے کوئی دس آیتوں سے زیادہ اس وقت تک نہیں پڑھتا تھا، جب تک کہ ان آیتوں کے معنی کی معرفت نہ حاصل کر لے اور ان پر عمل میں بھی پختہ نہ ہو جائے۔جو لوگ محض دورۂ قرآن

کر رہے ہیں ان کے لئے دورۂ ترجمہ قرآن کی یہ روایت بہت ہی معنی خیز بھی ہے اور اپنے اندر ایک دعوت اور پیغام بھی رکھتی ہے۔

انجینئر عمران اجمل (لاہور) اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے رمضان المبارک میں محترم فاروقی صاحب کی زبانی دورۂ ترجمہ قرآن سننے کا موقع ملا ہے اور بہت لطف آیا ہے۔

محترم فاروقی صاحب چونکہ دوسرے علمائے دین کی طرح محض دینی علم سے ہی واقفیت نہیں رکھتے بلکہ اعلیٰ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اور اپنی پیشہ ورانہ تعلیم کے اعتبار سے بھی کافی عملی تجربہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ دینی حقائق کو بعض ایسی عملی مثالوں سے واضح کرتے ہیں جن سے عام دنیادار انسان کا آئے دن واسطہ پڑتا ہے اس طرح قرآن حکیم کی تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

راقم کو پاکستان انسٹیٹیوٹ آف منیجمنٹ (P.I.M) میں اپنے بعض پیشہ ورانہ کورسز میں شمولیت کا موقع ملا ہے۔ ہمارے کورسز ڈائریکٹر کورسز کے اختتام پر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص محض دس فی صد استفادہ بھی کرے تو کافی ہوتا ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام کو اگر ہم اس نقطہ نظر سے بھی دیکھیں تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر ایک شخص نے صرف دس فیصد بھی سمجھ لیا ہو اور دل پر اثر ہوا ہو تو ایک اچھا مسلمان بننے کے لئے کافی ہوگا۔ اسی لئے اللہ کی طرف سے قرآن پاک کو بار بار پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ انسان ہر بار پڑھنے سے کوئی نئی بات سمجھے اور اس کا دل اثر قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کرے، اس لئے کہ ہمارے قلوب پر جو گردوغبار مسلسل پڑتا رہتا ہے وہ قرآن کے ساتھ مستقل تعلق سے ہی اتر سکتا ہے۔

یہاں ایک بات کی طرف محض توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دورۂ ترجمہ قرآن کے بعض شرکاء نے قرآن کے ظاہری ادب پر کچھ زیادہ زور دیا اور شرکاء پر اعتراض کیا کہ وہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ دراصل ہماری اس ظاہر پرستانہ ذہنیت نے ہمیں دینی حقائق سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن کے سمجھنے سمجھانے کی اس طرح کی محفلوں میں اس طرح کا ظاہری ادب اس درجے میں نہ ہی ممکن ہے نہ مطلوب۔ غالباً اسی قسم کے خیالات وعقائد ہیں جن کی وجہ سے قرآن کو سنہری غلاف پہنا کر ہم لوگوں نے اونچی جگہوں پر رکھ دیا ہے کہ کہیں بے حرمتی نہ ہو

جائے۔حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری اکثریت کا حال یہ ہے کہ قرآن پڑھنا تو دور کی بات دیکھنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ فاروقی صاحب نے واقعتاً ڈاکٹر صاحب محترم کا شاگرد ہونے کا حق ادا کردیا ہے کہ ویسا ہی زور بیان ہے اوراسی طرح کا STAMINA بھی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)۔

نوید احمد عباسی (مری) اللہ تعالیٰ نے اس سال دورۂ ترجمہ قرآن کے اس بابرکت، روحانی اور علمی پروگرام میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔میرے نزدیک اس پروگرام کے بہت سے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ ایک ماہ میں قرآن حکیم کے تمام موضوعات نظر سے گزر جاتے ہیں۔عموماً انفرادی طور پر اور تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف وقفوں میں ترجمہ وتفاسیر پڑھتے وقت ایک وقت میں کوئی ایک موضوع ہی سامنے آتا ہے یا اس کا بھی محض ایک پہلو لہٰذا بعض دفعہ کسی غلط رائے کے بننے کا بھی امکان ہوتا ہے اس کے برعکس ترجمہ قرآن کے پروگرام میں ''تصریف آیات'' کے ذریعے ایک موضوع کے تمام گوشے نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔اس حوالے سے اس پروگرام کی اہمیت کا اندازہ مجھے اس سے پہلے نہ تھا۔

محترم فاروقی صاحب کی بعض آراء سے اختلاف کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔خصوصاً بعض حقائق قرآنی کی سائنسی توجیہات محل نظر ہیں جیسے تخلیق آدم، آدم وحوا کو کس جنت میں رکھا گیا، تخلیق کائنات کی مدت، دوزخ کا اس زمین پر قائم ہونا وغیرہ۔اس طرح اس پروگرام کے مستقل شرکاء پر بعض مضامین کی تکرار بھی گراں گزرتی رہی ہے میرے نزدیک ہونا یہ چاہئے کہ جب ایک موضوع قرآن حکیم کے کسی ایک مقام پر گزر چکا ہو تو بعد میں اس کا صرف حوالہ ہی کافی ہوتا ہے اس نئے مقام پر صرف ان نکات کی وضاحت کی جانی چاہئے جو پہلے مقام پر نہ آئے ہوں ممکن ہے محترم فاروقی صاحب نئے آنے والوں کی رعایت کرتے ہوں (واللہ اعلم)

جہاں تک تعلق ہے محترم فاروقی صاحب کے انداز بیان، طرز استدلال، وسعت مطالعہ، محنت شاقہ اور ہمت کا تو اس کے بارے میں اتنا ہی کہوں گا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

حرف آرزو

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے زندگی میں ایک دفعہ پھر رمضان المبارک عطا فرمادیا ہے اور موقع دیا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں سے مستفیض ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ ہم دن کا روزہ رکھنے کا حق ادا کریں اور رات کو قرآن کے ساتھ قیام اللیل کی کوشش کریں تا کہ ہمارے سارے گناہ بخش دیئے جائیں اور ہم جنت کے مستحق بن سکیں یہ سعادت مل جائے تو خوش قسمتی اپنی جگہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم نبی اکرم ﷺ کی ایک بدعا سے بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

قارئین حکمت بالغہ کو رمضان المبارک کی ساعتیں مبارک ہوں۔ درخواست ہے کہ اس ماہ کی مبارک ساعتوں میں ملک خداداد پاکستان اور امت مسلمہ کی بہتری کے لئے ضرور دعا کریں اور اپنی سی سعی کرنے کا عہد کریں تا کہ حالات میں بہتری کی امید پیدا ہوسکے۔

نماز، زکوٰۃ، حج اور صوم چار عبادات ہیں اور ارکان اسلام ہیں۔ انسانی زندگی کا راہ راست پر ہونا اور انسان کی باطنی اور نفسیاتی کیفیات کا الہامی حدود و قیود کے اندر رہنا انہیں

عبادات کے التزام اور پختگی پر منحصر ہے۔ جیسے جیسے کلمہ کے لوازم کی ادائیگی کے احساس کے ساتھ ساتھ ان عبادات کا رنگ انسانی شخصیت پر گہرا ہوتا چلا جائے گا اور نفس انسانی اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کی بالادستی قبول کر کے جسمانی تقاضوں کی تکمیل کا اہتمام کرے گا اتنا ہی انسان غیر محسوس طور پر اپنی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ اس قرب الٰہی کی کئی شاخیں اور پہلو ہیں ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ قرب خداوندی کے نتیجے میں مطلوبہ انسان اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، قابل اعتبار، آزمودہ اور محبوب بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور اس اعتبار سے اس کے لئے مزید ترقی اور تقرب کے امکانات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ان چار عبادات کے اہتمام سے انسان کی شخصیت پر ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں معاشرہ اور دوسرے لوگ زیادہ تر ظاہری اثرات اور تبدیلیوں کو ہی دیکھتے ہیں اور اسی سے کسی کے بارے میں دینداری، تقویٰ، خدا ترسی اور خدا رسیدگی کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ ــــــــــــ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ تقرب خداوندی اور خدا رسیدہ ہونے کے اصل پیمانے تو حقیقی اور باطنی کیفیات اور احساسات ہی ہو سکتے ہیں۔

باطنی کیفیات اور ''من میں ڈوبنے'' کے ذاتی انسانی تجربات کی موجودگی کا احساس تو انسان کو بالکل آغاز میں اور بعض اوقات نوعمری میں ہی ہو جاتا ہے تاہم اس میں درجہ بندی اور آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کے عمل کی کیفیات کا ادراک بہت دیر میں پیدا ہوتا ہے۔

اصولی طور پر تو یہ بات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کے بارے میں صدفی صد درست ہے تاہم روزہ کے بارے میں ان کیفیات و احساسات کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ روزہ تو ہے ہی صرف باطنی نفسیاتی کیفیات و احساسات کا نام تو بے جا بھی نہیں ہوگا۔

روزہ جسے قرآنی اصطلاح میں ''صوم'' کہا جاتا ہے ایک طرح سے ایسے ''افعال'' کے مجموعے کا نام ہے جو زیادہ تر ''قلبی'' اور PASSIVE مزاج کے حامل ہیں۔ کہنے کو تو گرائمر کی اصطلاح میں سونے، جاگنے، مصیبت سہنے اور برداشت کرنے کے عمل کو ''فعل'' یعنی "VERB" ہی سے تعبیر کرتے ہیں تاہم ان سب ''افعال'' میں یہ بات مشترک ہے کہ ''کچھ نہ کرنا'' بھی

''کرنا''ہی ہے لیکن کسی کام میں اقدام،تحریک، دوسرے انسانوں کی شرکت،شور وغوغا، تو تکار اور بحث و مکالمہ بھی ہوتو ایسا کام فعل شمار ہوگا جوسب کونظر آ تا ہے جبکہ کسی شخص کا''آرام کرنا'' تکلیف کی کیفیت میں خاموشی سے درد اور تکلیف کو برداشت کرتے چلے جانا اور اس پرحرف شکایت زبان پر نہ لانا''سلبی''نوعیت کا عمل اور فطرتاً PASSIVE شمار ہوتا ہے۔

صوم کا لفظ________ عربی میں روزہ کی عبادت کے فرض ہونے سے پہلے بھی استعمال ہوتا تھا۔عرب جنگوں اور کٹھن اور طویل مہمات کے لئے اپنے صحرائی ماحول کے پس منظر میں اپنے گھوڑوں کو گرمی کے موسم میں دھوپ اور تیز ہوا کے سامنے کھڑا رکھ کر تربیت دیتے تھے کہ کسی مہم میں کامیابی کے لئے جہاں خود انسان اور''سوار'' کی برداشت ضروری ہے وہاں''سواری'' اور گھوڑے کی قوت برداشت بہت زیادہ اہم ہے اب دھوپ میں کھڑا رکھنے میں بظاہر دھوپ ________ گھوڑا اور مالک نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں اس موقع پر گھوڑے پر اندرونی طور پر کیا بیت رہی ہے وہ''گھوڑا''ہی اس''صوم'' سے واقف ہے۔

اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان سے لیکر قرآن مجید کی اصطلاح بنا دیا اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن رکیں بنا دیا۔اب اس مشقت کے دوران گھوڑے پر جو گزر رہی ہے وہ دیکھنے والے کونہیں معلوم صرف گھوڑا خود ہی محسوس کر رہا ہے بھوک کا احساس، پیاس کا احساس، گرمی کا احساس،تن بدن میں پروٹین اور حیاتیاتی مادوں کی کمی کا احساس۔________ یہ سب کچھ داخلی کیفیات ہیں۔

اسی طرح روزہ دار انسان کو روزہ کے دوران جو کچھ سہنا پڑتا ہے اور برداشت کرنا پڑتا ہے بھوک، پیاس،لبوں پر خشکی، زبان اور حلق کی خشکی،جسم میں نقاہت کام کرنے کی صلاحیت میں کمی، آرام کی ضرورت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی لذت یہ سب داخلی احساسات اور ''من میں ڈوب کر'' اپنے مالک اور خالق کی رضا کے حصول کی حسین کوشش ہے۔

عام زندگی میں انسان جو اعمال وافعال کرتا ہے اور زندگی کے میدانوں میں سرگرم عمل رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کراماً کاتبین اس کو لکھتے رہتے ہیں۔

كِراماً كَاتِبِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ (82-12,11)

''عالی قدر (تمہاری باتوں کو) لکھنے والے جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں''

اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيۡدٌ مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ۔(سورۃ ق 50-18,17)

''جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھ لیتے ہیں کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس رہتا ہے فرشتوں کے بارے میں سورۃ تحریم میں مزید فرمایا!

لَا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَ هُم وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۔(66-6)

''جو حکم اللہ ان کو فرماتا ہے وہ اسی کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں''۔

اوپر کی گفتگو سے نتیجہ یہ نکلا کہ کراماً کاتبین صرف وہ افعال اور اعمال انسانی درج کرتے ہیں جو ظاہر ہیں اور خارجی اعمال ہیں۔ جبکہ اس میں داخلی احساسات و کیفیات نہیں آتے اس کے لئے ایک تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے گلے میں ایک ''طوق'' لٹکا دیا ہے۔ جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے۔ جس پر اس کے تمام کیفیات احساسات کا اندراج ہوتا رہتا ہے اور سب سے اوپر خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ''دلوں کے بھید'' تمام غیوب کا جاننے والا ہے۔

لہٰذا ______ روزہ کی عبادت اگر خلوص و اخلاص سے سرانجام دی جائے اور اس کے آداب کا لحاظ کر کے ''ایمان'' اور ''احتساب'' کے ساتھ مکمل کی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا بدلہ کیسے ملے گا؟ کیونکہ انسان کے نفس پر روزے کے دوران جو گزرا ہے اس میں کراماً کاتبین کے نوٹ کرنے کا بہت کم حصہ ہے۔

روزہ دار کی اس کیفیت کو ایک فارسی شعر میں یوں بیان کیا گیا ہے۔(یاد رہے یہاں عشق سے مراد عشق حقیقی ہے اور عاشق و معشوق کے الفاظ اسی حقیقی معنی میں ہیں)

میانِ عاشق و معشوق رمزیست ؎

کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

روزہ کی اس کیفیت کو ایک حدیث پاک میں جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ سے مروی ہے یوں بیان کیا گیا کہ رمضان المبارک کا مہینہ ــــــــــــــ

ہو شهر الصبر و الصبر ثوابه الجنة

رمضان المبارک کا مہینہ اور روزہ کی عبادت سراسر صبر ہے اور صبر کے دوران وارد ہونے والی کیفیات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور خلوص کی بنا پر ''صبر'' کا عوض صرف اور صرف جنت ہی ہے ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ

وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ

''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے''

اس لئے کہ یہ ریاضت اور مشقت صرف اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے سرانجام دی جا رہی ہے۔

روزہ دار کی روزہ کے دوران ''صبر آزما'' برداشت اور داخلی احساسات کا صحیح صحیح اندازہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جو ہر ظاہر اور چھپے کو جانتا ہے اور جو دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے اور پھر یہ کہ کراماً کاتبین کا ریکارڈ ہو یا ''گلے کے طوق'' کا کہ جسے ''اِقْرَا كِتَابَكَ ''فرمایا گیا ہے قیامت کے دن اجر تو اللہ تعالیٰ ہی نے دینا ہے جو سب کچھ از خود جاننے والا اور حکمتوں والا ہے۔

لہذا ــــــــــــ یہ فرمان رسالت ﷺ جو حدیث قدسی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں)۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ

''روزہ خاص میرے لئے ہے (اس لئے کہ روزہ دار کی ساری کیفیات کا حقیقی اندازہ صرف مجھے ہے) اور میں ہی اس روزہ کی ''عبادت'' کا اجر دوں گا اور

جتنا چاہوں گا دے دوں گا‘‘

غور طلب بات ہے کہ نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد، انفاق وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ان کا اجر بھی اللہ ہی دے گا مگر روزہ کے خاص اہتمام سے تذکرہ کہ ’’میں خود اس کا اجر دوں گا‘‘ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ دار کی کیفیات صرف میں ہی جانتا ہوں اور اسی وجہ سے میں خود ہی اس کا اجر طے کر کے عطا کروں گا اور مخلص روزہ دار کو بے حساب دوں گا۔ یا اس حدیث کے متن کو یوں بھی پڑھا جاتا ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ

یعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اور روزہ دار کی ریاضت و مشقت اور اس پر وارد ہونے والی ساری کیفیات تو چونکہ خالص میرے لئے تھیں اور اس سے مطلوب و مقصود مجھے ہی راضی کرنا تھا لہٰذا ـــــــــــ حقیقی روزہ دار کے لئے روزہ کے نتیجے میں خدا مل جاتا ہے یعنی وہ روزہ دار قربِ خداوندی حاصل کر لیتا ہے ـــــــــــ اور خود شناسی کے ساتھ خدا شناسی کی منزل پر بھی پہنچ جاتا ہے۔

ذرا مزید گہرائی میں جا کر غور کریں تو یہی بات زیادہ قریب الفہم ہو جاتی ہے۔ حقیقت انسانی پر نگاہ ڈالیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں کا مرکب اور مجموعہ بنایا ہے۔ یعنی جسم اور روح جسم خاکی الاصل ہے اور چلتا پھرتا کھاتا پیتا جسم حیوان سے مشابہ ہے اور اس کی تمام جبلتیں اور تقاضے خالص حیوانی ہیں جبکہ ـــــــــــ روح نوری الاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف خصوصی نسبت دی ہے اور یوں ’’روح‘‘ ملکوتی صفات رکھتی ہے اور اللہ کی معرفت اور تقرب کے انوار و برکات کا مہبط یہی ہے۔

روزہ جسمانی تقاضوں کو دبانے اور نفسانی خواہشات کو لگام دینے کا نام ہے جبکہ روح انسانی جو عام طور پر ہم سب کے نزدیک NEGLECTED رہتی ہے روزہ کے ساتھ قیام اللیل اور قرآن مجید کے سننے سے بیدار ہوتی ہے اور روح بیدار ہو جائے تو انسان کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آتی ہے یعنی ـــــــــــ خالق کائنات کی معرفت کا حصول اصل مطمع نظر بن جاتا

ہے۔ جسے علامہ اقبال نے یوں تعبیر کیا ہے۔

ے در دشت جنوں من جبریل زبوں صیدے

یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

ماہ صیام کی عبادات سے جسم کے تقاضوں کی واجبی تکمیل اور روح کی غذا ــــــــ

ــــــ قرآن مجید کی تلاوت ترتیل کے استماع سے روح کی بیداری اور ترفع ــــــــ

حاصل رمضان ہے۔ روح بے بس رہے یا مردہ ہو جائے تو انسان حیوان رہ جاتا ہے۔ جیسے کہا اکبر الہ آبادی نے ڈارون بولا کہ ع ''بوزنا ہوں میں'' اور روح بیدار ہو جائے تو انسان اپنے آپ کو خداشناسی کے لئے تیار پاتا ہے اور جذبہ صادق ہو تو اللہ مل ہی جاتا ہے اور دل نور معرفت خداوندی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ جسے ایک اور حدیث قدسی میں بیان کیا گیا ہے (جسے شعر کی زبان میں یوں بیان کیا گیا ہے)۔

ے من نہ گنجم در زمین و آسماں

لیک گنجم در دل مومن عیاں

خدا کی معرفت حاصل ہونے پر روح انسانی آسودگی محسوس کرتی ہے اور خوف و حزن کا خاتمہ ہو جاتا ہے یعنی روزہ کی عبادت کا حق ادا کرنے سے انسان یعنی روح انسانی خود ''خدا'' سے آشنا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ''خود'' ایسے انسان کے ہو جاتے ہیں ایسے انسان دست قدرت میں شمشیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ع ''صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم'' اور وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى امژدہ جانفزا ایسے ہی لوگوں کے دل و جان کو معطر و مسحور کر جاتا ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روزہ کی حقیقی قدر و منزلت کا ادراک عطا فرمائے اور اس ماہ مبارک میں اس عبادت کا حق ادا کرنے کا جذبہ اور شوق ارزانی فرمائے اور پر خلوص نیت بخشے تا کہ ہم اپنے قریب ہی موجود ''خالق ارض وسما'' اللہ تعالیٰ کو پاسکیں اور اس کی معرفت کو حاصل کرسکیں۔

اس معرفت کا مقصد اس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنا ہے جیسے فرمایا گیا۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ۔ ''چاہیئے کہ وہ میری پکار پر لبیک کہیں''

اور فرمایا گیا!

يَاايُّهَا الَّذِيْنَاٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْالِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَا كُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔(8-24)

''اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم قبول کرو جبکہ وہ تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تمہیں زندگی بخشتا ہے''۔

اسی پکار پر لبیک کہنے میں تمہاری آن، شان اور زندگی ہے۔

کاش ہمارا ماہ صیام ایسا ہی ہو کہ ہم اس ماہ کی برکات سے جب فارغ ہوں تو ہمارے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اسلام کے احیاء اور سر بلندی کے لئے ہر پکار پر لبیک کہنے والے بن جائیں۔ اور یوں ماہ صیام میں جو تقرب خداوندی حاصل ہوا ہے یا معرفت الٰہی ملی ہے اس کا حق ادا کر سکیں۔

اس ماہ کے حکمت بالغہ میں 20 شخصیات پر سیمیناروں کے ماہانہ سلسلہ میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ کے حالات زندگی ہدیہ قارئین ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس سلسلہ کو جاری رکھ کر پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

ے ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ

انجینئر مختار فاروقی

آپ کا زمانہ پانچویں صدی ہجری ہے جو سن عیسوی کے اعتبار سے گیارہویں صدی کا آخری حصہ اور بارہویں صدی کا ابتدائی حصہ بنتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں دورِ عباسی کے حکمران بہت کمزور ہو گئے تھے اور سلطنت زوال کا شکار تھی اور بہت کمزور ہو گئی تھی۔

دور بنو عباس کا آغاز 132ھ اور 750ء سے ہوتا ہے۔ابتدائی 115 سال انتہائی شاندار اور دنیاوی اعتبار سے رعب و دبدبہ اور آسودگی اور خوشحالی کے ہیں۔ دنیا میں اس جیسی کوئی اور حکومت نہیں تھی۔ پھر 200 سال شکست و ریخت اور باہمی رنجشوں کے ہیں اس کے بعد دور زوال ہے اور علاقائی طاقتوں کی مرکز سے علیحدگی اور دشمنوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر اسلام کو نقصان پہنچانے کے ہیں تا آنکہ 1258 میں یہ سلطنت سیاسی طور پر بھی ختم ہوگئی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ کو دور زوال کا عرصہ دیکھنا پڑا اور سیاسی طور پر مسلمان سلطنت عباسیہ کی وسعت کے باوجود اتنے کمزور تھے کہ 1097ء میں پورا یورپ صلیبی جنگوں کا آغاز کر کے بیت

المقدس مسلمانوں سے چھن چکا تھا۔ اور پھر تقریباً ایک صدی بعد 1190ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبوں کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کو بیت المقدس واپس دلایا ہے۔

دوسری صدی ہجری میں جب یونان، ایران اور ہندوستان کے فلسفیوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں اور اسلام کی تعلیمات کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا رواج چل نکلا تو اسلام کی تمام تعلیمات اور مابعد الطبعیاتی تصورات کے بارے میں شکوک وشبہات جنم لینے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، وحی، قرآن، جنت دوزخ، برزخ ہر چیز کے بارے میں عوام میں بے یقینی کی کیفیت عام ہوتی چلی گئی۔ اہل حق اور علماء صادقین کی طرف سے اس سلسلے میں جو دفاعی کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ایک بڑے حصے کا ایمان بچا لیا۔ یہ دفاعی کوششیں درج ذیل امور پر مشتمل ہیں۔

1۔ اسلامی عقائد کا دفاع۔

2۔ اسلامی قانون اور شریعت کا دفاع۔

3۔ قرآن مجید کے متن کا دفاع۔

4۔ احادیث رسول ﷺ کی حفاظت اور دفاع۔

5۔ احادیث رسول ﷺ میں صحیح وغلط کی چھانٹی۔

6۔ اسلامی عقائد کو اہل عقل کے سامنے پیش کرنے اور اہل عقل (معتزلہ یا عقلیت پرستی) کیلئے ایک طرز استدلال نے جنم لیا اور ہوتے ہوتے راسخ ہو گیا یہ فن اور علم ''علم کلام'' تھا۔

7۔ اسلامی حکومت کی حمایت اور استحکام۔

8۔ اسلامی احکام کی تبلیغ وترویج کے لئے اداروں اور مدارس کا قیام۔

9۔ اسلامی تعلیمات کی حفاظت اور فروغ کے لئے تصنیف وتالیف کا سلسلہ۔

10۔ اسلام کی تعلیمات کو ظاہر پرستی سے بچانے کے لئے اور خلوص واخلاص سے مائل کرنے کے لئے تصوف کے سلسلوں کا آغاز اور ان کی ترویج۔

اسی دوران میں اسلام دشمن قوتوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے اور اس قرآن اور آخری شریعت کو دنیا سے غائب کرنے کیلیئے بے شمار جتن کئے اور کوششیں کیں جن میں سے کچھ اقدامات درج ذیل ہیں۔

(i) یونانی، ایرانی اور ہندوستانی فلسفہ کو عام کرنا۔

(ii) اسلام کے بنیادی عقائد کو موضوع بحث بنانا اور عوام کو عقل کے استعمال اور عقلیت پرستی کا قائل کر کے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی بنانا جس سے اسلام کی اساسات پر ان کا یقین و ایمان اٹھ جائے گا اور وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی مسلمان نہیں رہیں گے۔

(iii) ان فلسفیانہ بحثوں کا آغاز اور اسلام کو عقل کے خلاف ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا۔

(iv) اس رُخ پر پروان چڑھنے والے ذہین افراد کی حوصلہ افزائی اور مالی سرپرستی۔

(v) ایسی سرگرمیوں کی مالی سرپرستی اور اس کے فروغ میں ہر ممکن تعاون۔

(vi) اسلام اور مسلمانوں کی حکومت کو سیاسی طور پر کمزور کرنے کے لئے مرکز گریز قوتوں کی تشکیل اور ان کی حوصلہ افزائی۔ فاطمی حکومت 909ھ۔1171ء۔

(vii) عالم اسلام سے باہر قوتوں کو مجتمع کر کے اسلامی حکومت پر حملہ کی ترغیب اور اس کی مدد تا کہ اس کو ختم کیا جا سکے۔ گیارہویں صدی کے اواخر میں صلیبی جنگوں کا آغاز اور اسکی سرپرستی جس سے بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا

(ix) متکلمین اور باطنیہ فرقوں کا فروغ اور تصوف کے حلقوں میں غیر اسلامی نظریات کی امیزش۔

(x) اسلامی عقائد، عبادات اور تاریخ کو مستقل طور پر مشکوک بنانے کے لئے حدیث کی کتب میں تدلیس، مشاہیر اسلام کی کتابوں میں فرضی اضافے اور تاریخ وتصوف کی کتابوں میں من گھڑت عبارات کا اضافہ تا کہ باہمی چپقلش اور عدم اعتماد کی صورت پیدا ہو جائے اس میں پریس کی عدم موجودگی میں ہاتھ سے کتابیں لکھنے کے فن نے اس سلسلے

میں بنیادی کردار ادا کیا احادیث کے ضمن میں فرضی اور من گھڑت حدیثوں کی بھر مار کر دی گئی تا کہ حق و باطل میں تمیز مشکل ہو جائے۔

ان حالات میں متکلمین اور فلاسفہ کے بے شمار SHADES سامنے آ گئے اور متکلمین میں ہزاروں افراد پیدا ہوئے ہیں جن میں چند افراد نے اسلام کی بہت زیادہ خدمت کی اور ان کا نام رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ وہ یہی حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ ہیں۔ اس دور میں فلاسفہ میں بھی کئی ہستیاں پیدا ہوئیں جو خلوص اور اخلاص کے بعد صرف فلسفہ کے میدان کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور تو ہوئیں تاہم عوامی سطح پر دلوں کی دھڑکن نہ بن سکیں۔ ان مشاہیر عالم ہستیوں میں ابوالنصر فارابی 870ء ـــــ 990ء (ایران) ابن سینا 980 ء ـــــ 1037ء (بخارا) ابن رشد 1126ء ـــــ 1198ء (اندلس) عمر خیام 1039ء ـــــ 1131ء (ایران) بہت نمایاں ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ نے فلسفیانہ نظریات اور فلسفہ کے خلاف خوب جہاد کیا اور تہامۃ الفلاسفہ کے نام سے کتاب لکھی۔ اسلام کے عقائد اور اصلاحی خیالات کو مدوّن کر کے عام کیا۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے تحفظ اور فروغ کے لئے رات دن ایک کر دیا کہا جاتا ہے کہ ان کی علمی زندگی کے 40 سالوں میں ان کی تصنیفات 16 صفحے روزانہ کے حساب سے ہیں جو بہت بڑی خدمت ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی ہی میں بڑی شہرت دے دی تھی اور مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گئے تھے۔ احیا العلوم اور کیمیائے سعادت ان کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔

بعد کے مسلمانوں میں جو خیالات تاریخ، ادب، تصوف اور فلسفہ کے بارے میں عام ہوئے وہ امام غزالی رحمۃ اللہ کے ہی تجویز کردہ اور پروان چڑھائے ہوئے ہیں۔ بقول نظیری

ے خلاف رسم دریں عہد زخرق عادت دان
کہ کار ہائے چنیں از شمار بوالعجبیست!

یہ سیمینار جولائی 06ء میں منعقد ہوا تھا اور پروفیسر مہر غلام سرور صاحب جناب ساجد محمود مسلم صاحب دیگر مقررین نے اظہار خیال فرمایا پروگرام 9.00 بجے شروع ہوا اور 11.45 بجے تک جاری رہا شرکاء نے نہایت دلچسپی سے پروگرام کو سنا ہال کی نشستیں حاضرین سے بھری ہوئی تھیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ کے کارنامے

امام صاحب نے امت مسلمہ کی زبوں حالی کو دیکھ کر اور فلسفہ و منطق میں عمومی دلچسپی کی وجہ سے مسلمانوں کی فکری پس ماندگی کے تناظر میں جو کام کیا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری کیا وہ بہت قابل قدر ہے تہافتہ الفلاسفہ، احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت جیسی شہرہ آفاق تصانیف آپ کے تجدیدی کارناموں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ اور آپ کے شاگردوں کی محنت سے مسلمانوں میں ایک عمومی بیداری پیدا ہوئی اور اسلامی افکار کے تحفظ کی راہ ہموار ہوگئی چنانچہ بعد کی چھ سات صدیوں میں عالم اسلام میں مسلمانوں کے جو مذہبی افکار عام ہوئے وہ سب امام غزالی رحمۃ اللہ ہی کے مدوّن کردہ ہیں چنانچہ اخلاق، عقائد، معاشرت، حقیقت، تصوف، تفسیر، کلام ہر شعبہ میں ان کی اصلاحی اور تجدیدی مساعی کا عمل دخل نمایاں ہے۔

چنانچہ تاریخ اسلام کے ادبی طالب علم کی حیثیت سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کے پہلے عروج و زوال (عربوں کے ذریعے) کے بعد دوسرے عروج کے امام غزالی رحمۃ اللہ فاتح ہیں چنانچہ ترکوں میں سلطنت عثمانیہ، شمالی افریقہ اور ہندوستان کی مسلمان بادشاہوں پر ان کے بڑے گہرے اثرات ہیں۔

ذاتی حالات و کوائف

نام۔ محمد، لقب۔ مجدّد الاسلام ، پیدائش۔ 445ھ / 1059ء خراسان کے ضلع طاہران میں، وفات۔ 505ھ/1111ء۔

امام صاحب کے والد محمدؒ روئی کا کاروبار کرتے تھے اس مناسبت سے ان کا خاندان ''غزالی'' کہلایا، روئی کاتنے والے کو عربی میں ''غزالی'' کہتے ہیں۔

امام صاحب کے والد خود تو تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن اپنے بیٹوں کو تعلیم دلانے کا بہت شوق تھا اس لئے مرتے وقت اپنے دونوں بیٹے ایک بزرگ کے سپرد کئے کہ ان دونوں بھائیوں کو تعلیم دلوادو۔

اساتذہ

امام صاحب کے اساتذہ میں ابو اسحاق شیزاری، حافظ عمر بن الحسن طوسی، امام ابونصر اسماعیلی اور ابواحمد اسفرائنی رحمہم اللہ اہم ہیں۔ ابو اسحاق شیزاری جب تک حیات رہے اس وقت تک نیشاپور میں ان کے پاس پڑھتے رہے ان کے انتقال کے بعد نیشاپور سے اس شان کے ساتھ نکلے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا اس وقت ان کی عمر 28 برس تھی۔

نیشاپور سے آپ نظام الملک طوسی کے دربار میں پہنچے آپ کی علمی شہرت کی بنا پر نظام الملک نے بڑی تعظیم کی اور علمی مناظروں کا اہتمام کیا، مناظروں میں امام صاحب ہی غالب رہتے۔ اس پر آپ کی بہت شہرت ہوئی اور نظام نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا اعلیٰ افسر مقرر کر دیا اس وقت عمر 34 برس تھی اتنی عمر میں یہ منصب امام غزالی سے پہلے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ جب آپ نے مدرسہ نظامیہ کی مسند تدریس سنبھالی تو تھوڑے عرصہ میں علم وفضل کی دھاک بیٹھ گئی حتیٰ کہ سلطنت کے اہم امور بھی آپ کی شرکت کے بغیر انجام نہیں پاتے تھے۔ خلیفہ مستنصر باللہ نہایت علم دوست اور قدر دان ہونے کی بنا پر امام صاحب کی حد درجہ قدر کرتا تھا جب فرقہ باطنیہ نے زور پکڑا تو اس نے امام صاحب سے اس کے رد میں کتاب لکھنے کی درخواست کی، اس کتاب کا نام بھی انہوں نے ''مستنصر'' رکھا۔

اس وقت چار فرقے مشہور تھے متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ اور صوفیہ۔ امام صاحب نے ان سب فرقوں کے علوم وعقائد کی تحقیقات شروع کی، قدماء کی ساری تصانیف پڑھ ڈالیں۔

448ھ سے آپ نے صوفیانہ طرز زندگی اختیار کر لیا اور دمشق پہنچ کر مجاہدہ ریاضت

شروع کردی مراقبہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ جامع اموی میں درس بھی دیتے رہے۔دو برس بعد بیت المقدس زیارت کے لئے گئے زیارت کے بعد حج کے ارادہ سے مصر اور اسکندریہ سے ہوتے ہوئے مکہ پہنچے۔حج کے بعد عہد کرلیا کہ کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا نہ ہی عطیہ قبول کروں گا اور نہ کسی سے مناظرہ کروں گا چنانچہ مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہے۔امام صاحب نے احیاء العلوم اسی سفر میں تصنیف فرمائی۔

امام غزالی تقریباً بیس سال کے تھے کہ تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کرلیا درس و تدریس ہمیشہ جاری رکھی، ان کے تلامذہ کی تعداد کسی وقت بھی ڈیڑھ سو سے کم نہیں رہی، تصوف کے مشاغل کے علاوہ دور دور سے فتاویٰ آتے ان کا جواب الگ دیتے اس کے باوجود آپ نے سینکڑوں کتابیں لکھی۔چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

تصانیف

1۔ویط　2۔بسیط　3۔خاصۃ الرسائل
4۔تحصیل الماخذ　5۔شفاء العلیل　6۔مفصل الخلاف فی اصول القیاس
7۔معیار العلم　8۔محلم النظر　9۔میزان العمل
10۔مقاصد الفلاسفہ　11۔تہامۃ الفلاسفہ　12۔منقد
13۔الجام التوام　14۔احیاء العلوم　15۔کیمیائے سعادت
16۔مشکورۃ الانوار　17۔منہاج العابدین